اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
OCTOBER 2026
طبع سلسلہ اشاعت نمبر 388
Regd. # MC-1177



العُروۃ فی مناسکِ الحجّ والعُمرۃ

فتاویٰ حج وعمرہ

حصّہ 23

مصنّف
شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
(شیخ الحدیث جامعۃ النّور ورئیس دار الإفتاء النّور)

مرتّب
حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی
ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

العُروۃُ فِی مَنَاسِكِ الحِجِّ والعُمْرَة

فتاویٰ حج وعمرہ

(حصہ 23)

مُصنّف

شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

(شیخ الحدیث جامعۃ النّور ورئیس دار الإفتاء النّور)

مُرتب

حضرت علّامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

کتاب : العُروۃُ فِی مَنَاسِکِ الحِجِّ والعُمْرَۃ

فتاویٰ حج وعمرہ (حصہ 23)

تالیف : شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

پیش لفظ : حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ

معاون : حضرت علامہ مولانا محمد اُسامہ قادری نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : جمادی الاول ۱۴۴۸ھ / اکتوبر 2026ء

ناشر : جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

فون: 021-32439799

خوشخبری : یہ رسالہ www.ishaateislam.org

پر موجود ہے۔

فہرست فتاویٰ

نمبر شمار	فتاویٰ	صفحہ
الف	پیش لفظ	6
	﴿میقات﴾	8
01	جبلِ رحمت سے احرام باندھنا	8
02	غارِ حرا اور غارِ ثور حرم کی حُدود میں ہیں	9
03	حُدیبیہ سے بلا اِحرام مکہ مکرمہ واپسی	10
	﴿نیت﴾	12
04	احرام میں نیت و تلبیہ کی تکرار کا حکم	12
	﴿احرام﴾	16
05	ٹیوبلر احرام پہننے کا حکم	16
06	احرام سے پہلے خوشبودار تیل لگانا	19
07	نابالغ سمجھدار بچے کا احرام	20
	﴿عمرہ﴾	22
08	میاں بیوی کا ایک ساتھ عمرہ کرنا	22
	﴿طواف قدوم﴾	25
09	حِلّی یا حرمی کے طوافِ قدوم کرنے کا حکم	25
	﴿سعی﴾	26
10	سعی کے بعد اس کے پھیروں میں شک کا حکم	26
11	حج کی سعی باقی ہوتے ہوئے سعیِ عمرہ کرنا	27
	﴿مناسک عرفات﴾	29

12	رات میں وقوفِ عرفہ کا حکم	29
	﴿قربانی﴾	32
13	جانور میں دم اور منّت کا حصہ ہو تو گوشت کا حکم	32
	﴿قربانی کے بدل روزے﴾	34
14	قربانی کے بدلے روزوں میں احرام کا حکم	34
15	احرامِ عمرہ کھول کر تین روزے رکھنے کا حکم	36
16	حج سے پہلے ایک ساتھ دس روزے رکھنے کا حکم	48
	﴿حلق﴾	50
17	اِحرام سے نکلنے کے لیے مشین کے استعمال کا حکم	50
18	حلق کروانے کا حکم	52
	﴿حج۔مسائل عامہ﴾	56
19	میقات کے اندر شوال کا چاند دیکھنے سے فرضیتِ حج کا حکم	56
	﴿متفرقات۔نماز﴾	60
20	فلائٹ کی مجبوری سے جمعہ چھوڑنے کا حکم	60
	﴿متفرقات۔متفرق﴾	63
21	ایامِ حج کی تنخواہ کا حکم	63
22	حاجی کی واپسی کے بعد چالیس دن تک دعا کی قبولیت	69
23	حاجی اور اس کی دعا سے مغفرت کے متعلق روایت کی تحقیق	73
	﴿عورتوں کے مسائل۔متفرق﴾	82
24	اُلٹا بُرقع پہنے ہوئے طواف اور نماز کا حکم	82
	﴿عورتوں کے مسائل۔محارم﴾	84

25	سوتیلے دادا کے ساتھ عمرہ کرنا	84
26	محرم کے بغیر ہوائی سفر کا حکم	85
	﴿جنایات-خوشبو﴾	91
27	احرام میں کچی لونگ چبانے کا حکم	91
28	احرام میں پکی ہوئی خوشبودار چیزیں کھانے پینے کا حکم	92
29	احرام میں خوشبودار مشروب پینے اور خوشبودار پانی لگنے کا حکم	97
30	اِحرام میں پھلوں اور ان کے جُوس کا حکم	102
	﴿احرام پر احرام﴾	104
31	لاعلمی میں دو احرام جمع کرنا	104
ب	ماخذ و مراجع	110

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمدللہ جمعیّت اشاعت اہلسنّت پاکستان شعبہ اشاعت مختلف مضامین پر کتب شائع کرتی رہی ہے۔ اس میں ایک منفرد سلسلہ مسائل حج وعمرہ بھی ہے۔ اس موضوع پر ہمارے ادارے نے مسائل وطریقہ حج وعمرہ پر کُتُب بھی شائع کی ہیں اور حج وعمرہ سے متعلق فتاویٰ کی اشاعت کا طویل سلسلہ بھی جاری ہے جس کے اب تک بائیس (۲۲) حصے شائع ہو چکے ہیں جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے۔

حصہ	ماہ و سن اشاعت	سلسلہ اشاعت نمبر
1	شوال المکرّم ۱۴۲۸ھ/نومبر ۲۰۰۷ء	163
2	ذیقعدہ ۱۴۲۸ھ/دسمبر ۲۰۰۷ء	164
3	ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ/جنوری ۲۰۰۸ء	165
4	ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ/نومبر ۲۰۰۸ء	175
5	ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ۔نومبر ۲۰۱۰ء	199
6	محرّم الحرام ۱۴۳۱ھ/دسمبر ۲۰۱۰ء	200
7	ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ/ستمبر ۲۰۱۲ء	221
8	شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ/ستمبر ۲۰۱۳ء	233
9	شوال المکرّم ۱۴۳۶ھ/اگست ۲۰۱۵ء	256
10	رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ/جون ۲۰۱۷	278
11	رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ/جولائی ۲۰۱۷ء	279

12	شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ/مئی ۲۰۱۹ء	301
13	رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ/جون ۲۰۱۹ء	302
14	شوال المکرّم ۱۴۴۰ھ/جولائی ۲۰۱۹ء	303
15	شوال المکرم ۱۴۴۱ھ/جون ۲۰۲۰ء	312
16	ذیقعدہ ۱۴۴۱ھ/جولائی ۲۰۲۰ء	313
17	جمادی الاُولیٰ ۱۴۴۳ھ/دسمبر ۲۰۲۱ء	320
18	شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ/فروری ۲۰۲۳ء	330
19	ذیقعدہ ۱۴۴۴ھ/جون ۲۰۲۳ء	348
20	جمادی الاُخریٰ ۱۴۴۵ھ/دسمبر ۲۰۲۳ء	354
21	جمادی الاُخریٰ ۱۴۴۶ھ/دسمبر ۲۰۲۴ء	366
22	جمادی الاُخریٰ ۱۴۴۷ھ/اکتوبر ۲۰۲۵ء	376

اوراب ادارہ فتاویٰ حج وعمرہ کے اس سلسلے کا تیئسواں (۲۳)حصہ شائع کررہاہے۔امید ہے کہ یہ حصّہ بھی دیگر حصّوں کی طرح خواص وعوام کے لئے مفید ثابت ہوگا۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی، معاون علّامہ اُسامہ قادری نعیمی اور اس فقیر کی اور دیگر اراکین جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت کی سعی کو قبول فرمائے اور اسے ہمارے اور ہمارے والدین کی بخشش کا ذریعہ بنائے۔

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

﴿میقات﴾

جبلِ رحمت سے عمرہ کا احرام باندھنا

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا جبلِ رحمت سے عمرہ کا احرام باندھ سکتے ہیں؟ (سائلہ: ایک بہن)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جبلِ رحمت سے عمرہ کا احرام باندھ سکتے ہیں، کیونکہ یہ میدانِ عرفات میں داخل ہے، جس کے قریب وقوف کرنا افضل ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: والأفضل أن ينزلَ بقُرب جَبَل الرَّحمةِ.[1]

یعنی، میدانِ عرفات میں جبلِ رحمت کے قریب ٹھہرنا افضل ہے۔

اور امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: افضل یہ ہے کہ امام سے نزدیک جبلِ رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھر کا فرش ہے رُو بقبلہ پسِ پُشتِ امام کھڑا ہو جبکہ ان فضائل کے حُصول میں دِقّت یا کسی کی اذیّت نہ ہو ورنہ جہاں اور جس طرح ہو سکے وقوف کرو۔[2]

اور عرفات حِل یعنی میقات کی حُدود کے اندر اور حرم کی حُدود سے باہر ہے۔ چنانچہ امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: لِأنّ أداءَ الحجّ في عَرَفة، وهِي في الحِلّ.[3]

1۔ لباب المناسك، باب الوقوف بعرفات وأحكامه، ص ۱۳۵

2۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، جنایات، فصل چہارم منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف، ۱۰/۴۸۷

3۔ الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الحج، ۱/ ۱/ ۱٦٤

یعنی، حج کی ادائیگی عرفات میں ہے اور وہ حِل میں ہے۔

اس لیے اگر کوئی یہاں سے احرام باندھنا چاہے تو باندھ سکتا ہے، بلکہ اگر یہاں سے کوئی حِلّی حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ آنا چاہے تو احرام باندھ کر آنا ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: لهم دُخولُ مكةَ بغيرِ إحرام إذا لم يُريدوا نُسُكاً لا فيجبُ.[4]

یعنی، اہلِ حِل کے لیے مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہونا جائز ہے، بشرطیکہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں؛ ورنہ احرام باندھنا واجب ہوگا۔

اور مکی یا آفاقی حج کرنے والا یہاں سے حج کا احرام نہیں باندھ سکتا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲/ ربیع الآخر، ۱٤٤۸ھ، ۱٤/ سبتمبر ۲۰۲٦م

غارِ حرا اور غارِ ثور حرم کی حُدود میں ہیں

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ غارِ حرا اور غارِ ثور میقات کی حدود میں داخل ہیں یا باہر؟ رہنمائی فرمائیں۔

(سائل: محمد انس، بغدادی لیاری، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: غارِ حرا اور غارِ ثور حرم کی حُدود میں واقع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مقامات سے عمرے کا احرام نہیں باندھا جاسکتا، بلکہ اس کے لیے حُدودِ حرم سے باہر حِل میں جانا ضروری ہے۔

چنانچہ علامہ ابو الحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں: مَن

4۔ لباب المناسك، باب المواقيت، فصل: فی الصّنف الثانی، ص ۷۹

كانَ بمكّة فميقاتُه فِي الحجّ الحرمُ وفِي العُمرة الحلُّ.[5]

یعنی، جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو، حج کے لیے اس کی میقات حرم ہے اور عمرے کے لیے حِل ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ "در مختار"[6] کے حوالے سے لکھتے ہیں: حرم کے رہنے والے حج کا احرام حرم سے باندھیں اور بہتر یہ کہ مسجد الحرام شریف میں احرام باندھیں اور عمرہ کا بیرون حرم سے اور بہتر یہ کہ تنعیم سے ہو۔[7]

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ٢/ ربيع الآخر، ١٤٤٨ھ، ١٤/ سبتمبر ٢٠٢٦م

حدیبیہ سے بلاِحرام مکہ مکرمہ واپسی

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل مکہ مکرمہ میں جو زیارتیں کروائی جاتی ہیں، ان میں حدیبیہ کو بھی لازماً شامل کیا جاتا ہے۔ مسجد حُدیبیہ صلح حُدیبیہ کے مقام پر واقع ہے۔ کیا یہاں سے عمرے کی نیت کرنا ضروری ہے، یا صرف زیارت کرکے بھی مکہ مکرمہ واپس آسکتے ہیں؟

(سائل: احمد ہارون، کراچی)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں عمرے کی نیّت کرنا ضروری نہیں، بلا احرام بھی مکہ مکرمہ آسکتے ہیں؛ کیونکہ مقامِ حدیبیہ کا بعض حصہ

5۔ مختصر القدوری، کتاب الحج، ص ٦٦

6۔ الدر المختار، کتاب الحج، ص ١٥٨

7۔ بہار شریعت، حج کا بیان، میقات کا بیان، ۱/۶/۱۰۶۸

حُدودِ حرم میں اور بعض حصہ حُدودِ حرم سے باہر ہے۔ اس لیے وہ یا تو حُدودِ حرم ہی سے لوٹ آتے ہیں، یا حُدودِ حرم کے باہر حِل سے۔ اگر حُدودِ حرم سے احرام باندھا تو ناجائز کام کیا، اور اگر حِل سے احرام باندھا تو دُرست کیا، مگر وہاں سے احرام باندھنا واجب نہ تھا۔

چنانچہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: نصفُها مِن الحِلّ ونصفها من الحرَم.[8]

یعنی، حُدیبیہ کا آدھا حصہ حِل میں ہے اور آدھا حصہ حرم میں ہے۔

اور فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اگر کوئی مکہ مکرمہ سے حِل کی طرف جائے تو واپسی پر احرام ضروری نہیں، بشرطیکہ حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو۔

چنانچہ علامہ رضی الدین محمد بن محمد سرخسی حنفی متوفی ۵۷۱ھ[9] لکھتے ہیں اور ان کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت[10] نے نقل کیا ہے: المكيُّ إذا خرج إلى الحِلّ للاحتِطابِ أو الاحتِشاش ثمّ دخل مكة يُباح له الدخولُ بغير إحرامٍ، وكذلك الآفاقيُّ إذا صار من أهل البُستان. واللفظ للهندية

یعنی، مکہ مکرمہ کا رہنے والا جب حِل کی طرف لکڑیاں یا گھاس جمع کرنے (یا زیارت) کے لیے جائے، پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو اس کے لیے بغیر احرام داخل

8۔ كتاب المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك، باب المحصر، ۲/ ٤/ ۹٦

9۔ المحيط السرخسي، كتاب الحج، باب دخول مكة بغير إحرام، ۲/ ١٦٥، ١٦٦

10۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثاني: في المواقيت، ١/ ٢٢١

ہونا جائز ہے۔ اور آفاقی شخص کا بھی یہی حکم ہے، جب وہ بُستان والوں میں شامل ہو جائے۔ (بُستان جبل میں ایک مقام کا نام ہے)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲/ ربیع الآخر، ۱٤٤٨ھ، ۱٤/ سبتمبر ۲۰۲٦م

﴿نیت﴾

احرام میں نیت و تلبیہ کی تکرار کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے گھر سے نکلتے وقت عمرہ کے احرام کی نیت کر لی تھی، پھر بعد میں اس کے گروپ کی طرف سے اجتماعی طور پر نیت کروائی گئی، تو اس نے اُسی سابقہ نیت پر قائم رہتے ہوئے اجتماعی نیت کے الفاظ بھی دہرا لئے اور تلبیہ (لبیک) بھی پڑھ لی، تو اس کا کیا حکم ہے؟

اسی طرح حج کے لیے روانگی کے بعد 7 ذوالحجہ کو بعض مقامات پر اجتماعی طور پر حج کی نیت کروائی جاتی ہے، جبکہ بعض افراد پہلے ہی انفرادی طور پر حج کی نیت کر چکے ہوتے ہیں۔

اگر ایسے افراد اجتماعی نیت کے وقت بھی نیت کے الفاظ دہرا لیں اور تلبیہ پڑھ لیں، تو کیا یہ "احرام پر احرام داخل کرنا" یا "ایک احرام کے ہوتے ہوئے دوسرا احرام باندھنا" شمار ہو گا یا نہیں؟ اور اِن سب پر دوسرا عمرہ یا حج لازم ہو گا؟

(سائل: حافظ مرتضیٰ از مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں یہ احرام پر احرام یعنی

دو احراموں کو جمع کرنا شمار نہیں ہو گا؛ کیونکہ یہاں پہلے والے عمرے یا حج کی نیت کے صرف الفاظ کی تکرار پائی گئی ہے، جبکہ احرام کے انعقاد کے لیے محض الفاظ کافی نہیں، بلکہ نیت شرط ہے، اور یہاں نیت سے مراد دل کا پختہ ارادہ ہے۔

چنانچہ نیت سے متعلق علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ تمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (وهي الإرادة) المرجّحة لأحد المتساوِيَين... (لا) مطلق (العلم) في الأصحّ،... (والمعتبر فيها عملُ القلب اللازم للإرادة) فلا عبرةَ للذِّكر باللسان إن خالفَ القلبَ لأنّه كلامٌ لا نيّةٌ ... ''مجتبی''.[11]

یعنی، نیت دو مساوی امور میں سے ایک کو ترجیح دینے والے اِرادے کا نام ہے، محض علم کا نام نہیں، یہی اصح قول ہے۔ اور نیت میں معتبر دل کا وہ عمل ہے جو ارادے کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر زبان سے کہے گئے الفاظ دل کے ارادے کے خلاف ہوں تو ان کا کوئی اعتبار نہیں؛ کیونکہ وہ محض کلام ہے، نیت نہیں۔ (مجتبی)۔

لہٰذا جب پہلے ہی احرام کی نیت ہو چکی ہو تو بعد میں محض اسی سابقہ احرام کی نیّت کے الفاظ دہرانے سے نیا احرام منعقد نہیں ہو گا، کیونکہ عزمِ جدید کے بغیر صرف الفاظ کی تکرار کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ اس کی تائید اس مسئلہ سے ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص تلبیہ میں حج کا نام لے مگر نیت عمرہ کی کرے، یا عمرہ کا نام لے مگر نیت حج کی ہو، یا تلبیہ میں حج وعمرہ دونوں کا ذِکر کرے مگر نیت صرف ایک کی ہو، تو اعتبار

11۔ الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ٥٩

الفاظ کا نہیں بلکہ نیت کا ہو گا۔

چنانچہ فقیہ النفس علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

رجلٌ لبّى بحجّةٍ، فنوى بقلبِه العمرة، أو لبّى بعمرةٍ ونوى بقلبه الحجّ، أو لبّى بهما جميعاً ونوى أحدَهما، أو لبّى بأحدهما ونوى كلاهما، أن العبرة لما نَوى.[12]

یعنی، جو شخص تلبیہ میں حج کہے مگر دل میں عمرہ کی نیت کرے یا عمرہ کہے اور دل میں حج کی نیت کی ہو یا تلبیہ میں حج و عمرہ دونوں کا ذِکر کرے مگر نیت صرف ایک کی کرے یا صرف ایک کا نام لے اور نیت دونوں کی ہو تو اعتبار نیت کا ہو گا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ زبان سے کی جانے والی حج و عمرے کی نیت پر مشتمل دعا سے متعلق لکھتے ہیں: أن قوله «إني أريد إلخ» ليس نية وإنما هو مجرّد دعاء، وإنما النية هي العزم على الشيء والعزم غير الإرادة، وهو ما يكون بعد ذلك عند التلبية.[13]

یعنی: اس کا یہ کہنا ''اِنّی أرید الحج والعمرة''، درحقیقت نیّت نہیں، وہ صرف دعا ہے۔ نیّت تو شے کے عزم کا نام ہے جو کہ ارادے سے مختلف ہوتا ہے۔ عزم ارادے کے بعد (حج وعمرے کی) تلبیہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

اور علامہ شامی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: قال فی ''النهر'': فيه ايماءالى أنها غير حاصلة بقوله: اللهم انى أريد الحج إلخ، لأن النية أمر آخر

12... فتاوى قاضيخان على هامش الهندية، كتاب الحج، فصل فى العمرة، ۱/ ۳۰۱

13... رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب القِران، تحت قوله: إما بالنصب والمراد به النية، ۳/ ٦٣٤

وراء الارادة وهو العزم على الشيء كما قال البزازي.[14]

یعنی، ''النهر الفائق شرح كنز الدقائق'' میں فرمایا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ''اللّٰهم إني أريد الحج إلخ'' کہنے سے نیت حاصل نہیں ہو گی کیونکہ نیت ایک دوسرا امر ہے جو ارادے سے اوپر ہے اور وہ کسی شے کا عزم کرنا ہے جیسا کہ ''بزازی'' نے فرمایا ہے۔

جب احرام کے انعقاد میں الفاظ کے مقابلے میں نیّت کو ترجیح دی جاتی ہے اور نیت صرف الفاظ کے ادا کرنے سے حاصل نہیں ہوتی اور نیت صرف ارادے کے اظہار کا نام نہیں اور احرام پر اسی نوع کے دوسرے احرام کو ملانا شرعاً ممنوع ہے۔ تو ایک احرام کے ہوتے ہوئے احرام کی نیت کے الفاظ کی تکرار کو نیا احرام قرار نہیں دیا جائے گا، لہٰذا اس وقت تک اجتماعِ اِحرامَین قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ نئے احرام کا مستقل اِرادہ اور عزم موجود نہ ہو۔

الغرض اِجتماعِ احرامَین اسی وقت مُتحقّق ہوتا ہے جب سابقہ احرام کے افعال کی تکمیل اور تحلّل سے پہلے ''دوسرے عمرے یا حج کا عزم اور مستقل اِرادہ'' پایا جائے، جبکہ یہاں نئے اِحرام کی نیت و پختہ اِرادہ، سرے سے موجود ہی نہیں ہوتا، لہٰذا اسے اجتماعِ اِحرامَین پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ پھر بھی احرام باندھ لینے کے بعد خود سے یا کسی کے کہنے پر یا کسی کے ساتھ احرام کی نیت کے الفاظ ادا کر کے تلبیہ کہنے سے بچنا چاہیے، اور گروپ لیڈرز اور زیارات کروانے والوں کو چاہیے کہ وہ حجّاج کرام اور معتمرین کے حال پر رحم کریں انہیں حج یا عمرہ کی نیت کروا کے تلبیہ نہ پڑھائیں، کیونکہ

14... رد المحتار كتاب الحج، فصل: في الاحرام، تحت قوله: ناو يا بها الحج، ۳/ ۵۶۰

ان کی اکثریت پہلے ہی احرام باندھ چکی ہوتی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خیر خواہی انہیں مہنگی پڑ جائے کہ وہ ایک ہی قسم کے دو احراموں کو جمع کرنے کے جُرم کے مرتکب نہ ہو جائیں، اگر ان پر احسان ہی کرنا ہو تو اتنا کریں کہ انہیں اس طرح یاد دہانی کروادیں کہ جس نے احرام نہیں باندھا وہ احرام باندھ لے یعنی حج یا عمرے کی نیت کر کے یا حج یا عمرے کی نیت سے تلبیہ پڑھ لے۔

ہاں اگر ایک عمرے کا احرام باندھنے کے بعد نئے عمرے کے احرام کے عزم کے ساتھ تلبیہ کہتا تو ضرور اجتماعِ اِحرامَین پایا جاتا پھر اسے ایک عمرہ چھوڑنا پڑتا جسے بعد میں قضا کرنا پڑتا اور اس پر ایک دم بھی لازم آتا۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: اعلم أنهم اتفقوا على وجوب الدم بسبب الجمع بين احرامي العمرة إلخ.[15]

یعنی جاننا چاہیئے کہ فقہاء کرام نے عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنے کے سبب دم کے واجب ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۷/ ذو الحجة، ۱٤٤۷ھ ، ۲/ جون، ۲۰۲٦م

﴿احرام﴾

ٹیوبلر احرام پہننے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ

15... المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط ، باب الجمع بين النسكين المتحدين، فصل: فى الجامع بين العمرتين ، ص ٤١٤

میں کہ آج کل ایک خاص قسم کا احرام مارکیٹ میں آیا ہے جسے ٹیوبلر (Tubular) احرام کہا جاتا ہے اس احرام میں نیچے باندھنے والی چادر ایک گول ٹیوب نما کپڑے کی ہوتی ہے اس کے دونوں کنارے ملے ہوئے ہوتے ہیں اور اس میں سلائی بالکل نہیں ہوتی اور اسے شلوار یا پاجامہ کی طرح نہیں پہنا جاسکتا بلکہ تہبند کی طرح ہی باندھا جاتا ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح کا احرام استعمال کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(سائل: علامہ عرفان ضیائی صاحب، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ٹیبولر احرام کا استعمال جائز ہے کیونکہ احرام میں ممانعت ہر قسم کے لباس کی نہیں بلکہ صرف "لُبس المخِیط" کی ہے، چاہے وہ حقیقتاً "مَخِیط" ہو یا صورتاً اور اس سے مراد وہ لباس ہے جو بدن یا عضو بدن کی ہیئت کے مطابق تیار کیا گیا ہو اور از خود بدن پر ٹھہر جائے۔

اس تعریف کی روشنی میں اگر ٹیبولر احرام کا جائزہ لیا جائے تو اوّلاً: یہ بدن یا کسی عُضوِ بدن کی شکل و صورت کے مطابق نہیں بنا ہوتا، جیسے کُرتا، شلوار اور دستانے وغیرہ بنے ہوتے ہیں۔ ثانیاً: یہ از خود جسم پر نہیں ٹھہرتا، بلکہ پہننے کے بعد اس کی حفاظت کے لیے تہبند کی طرح لپیٹنا پڑتا ہے؛ تبھی یہ بدن پر ٹِکتا ہے، ورنہ اُتر جاتا ہے۔

البتہ عام دو کھلی احرام کی چادریں استعمال کرنا افضل اور اَحوط ہے، کیونکہ یہی احرام کی معروف اور متوارث صورت ہے کہ دورِ رسالتِ مآب

صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک تمام عوام و خواص اسی طرح احرام کی دو کھلی چادریں استعمال کرتے چلے آئے ہیں، اور یہ "لُبس المخِیط" کے شُبہ سے بھی بالکل محفوظ ہے۔

چنانچہ "لُبس المخِیط" کے بارے میں علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ[16] لکھتے ہیں: المراد المنعُ عَن لُبس المخِیط.... وفي "البَحر"[17] عن "مناسك ابْنِ أمِیر حاجّ الحَلَبِيّ"[18] أنّ ضابِطَهُ لبسُ كُلّ شيءٍ مَعْمُولٍ عَلى قَدْر البَدَن أو بَعْضِه بِحَيْثُ يُحِيطُ بِه بِخِياطَةٍ أو تَلْزِيقِ بَعْضِه ببعضٍ أو غيرِهما ويَسْتَمْسِكُ عليهِ بنَفْسِ لبسِ مِثلِه.

یعنی، مراد لبس مخیط کی ممانعت ہے، "بحر الرائق" میں "مناسک ابن امیر حاج الحلبی" کے حوالے سے ہے: "لُبس المخِیط" کا قاعدہ یہ ہے کہ ہر ایسی چیز کا پہننا (مُحرم مرد کے لیے حرام ہے) جو پورے بدن یا اس کے بعض حصے کے برابر تیار کی گئی ہو اس طرح کہ وہ سلائی کے ذریعے یا اس کے بعض کو دوسرے بعض سے چپکانے یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور طریقے سے بدن کا اِحاطہ کرے، اور وہ پہننے سے ہی خود بخود بدن پر ٹھہر جائے۔

16... رد المحتار، كتاب الحج، مطلب: فيما يحرم بالإحرام وما لا يحرم، تحت قوله: أي كل معمول إلخ، ۳/ ۵۷۱

17... البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: ولبس القميص والسراويل إلخ، ۲/ ۵۶۸

18... مناسك ابن أمير حاج، الباب الأول فى بيان كيفية الشروع فى أفعال الحج إلخ، ق ۷۴/ ب، مخطوط مصوّر

ایسا ہی مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ[19]، علامہ حنیف الدین بن عبد الرحمٰن مرشدی عُمری حنفی متوفی ۱۰۶۷ھ[20] اور علامہ قاضی عید بن محمد انصاری مکی حنفی متوفی ۱۱۴۳ھ[21] نے بھی لکھا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۰/ جمادی الأخری، ۱٤٤۷ھ، ۱۲/ دیسمبر، ۲۰۲۵م

احرام سے پہلے خوشبودار تیل لگانا

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ کیا احرام کی نیت کرنے سے پہلے خوشبودار تیل لگا سکتے ہیں؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام کی نیت سے قبل خوشبودار تیل لگا سکتے ہیں، بلکہ لگانا مستحب ہے۔

چنانچہ علامہ ابو یعقوب یوسف بن علی جرجانی حنفی متوفی بعد سنۃ ۵۲۲ھ لکھتے ہیں: لو ادّهنَ قبل إحرامِه ثمّ وجدَ ريحه بعد ما أحرمَ لم يضرّه.[22]

یعنی، اگر کوئی احرام باندھنے سے پہلے تیل لگائے، پھر احرام باندھنے کے بعد اس کی خوشبو پائے تو یہ اسے نقصان دہ نہیں۔

19... المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، النوع الأول: فی حكم اللبس، ص ٤٢٤

20... فتح الملك الكبير شرح المنسك الصّغير، الباب السادس فيما يحرم على المحرم إلخ، فصل فيما يلزم به الصدقة، ص ١٠٦، مخطوط مصوّر

21... خُلاصة النّاسك شرح لباب المناسك، باب الجنايات، النوع الأول: فی حكم اللبس، ق ٢/ أ، ب، مخطوط مصوّر

22... خزانة الأكمل، كتاب المناسك، ١/ ٣٤٦

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: ویستحبُّ أن یتطیَّب ویَدّھِنَ.[23]

یعنی، اور مستحب یہ ہے کہ (احرام باندھنے سے قبل) خوشبو اور تیل لگائے۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: چاہیں تو مرد (احرام باندھنے سے قبل) سر مُنڈالیں کہ احرام میں بالوں کی حفاظت سے نجات ملے گی ورنہ کنگھی کرکے خوشبودار تیل ڈالیں۔[24]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٤/ ربیع الثانی، ١٤٤٨ھ، ١٦/ ستمبر، ٢٠٢٦م

نابالغ سمجھدار بچے کا احرام

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ سات، آٹھ سال کے بچے پر احرام کی کیا پابندیاں ہوں گی؟ کیا وہ بھی بڑوں کی طرح احرام باندھے گا؟ اس عمر کا بچہ سمجھدار ہوتا ہے اور تلبیہ وغیرہ بھی پڑھ لیتا ہے۔ اسے ایک جگہ تربیت بھی کروانی ہے۔ برائے کرم شرعی رہنمائی فرمائیں۔

(سائل: منیب احمد مدنی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نابالغ بچے پر احرام باندھنا لازم نہیں، البتہ اگر بچہ سمجھدار ہو تو اس سے اِحرام بندھوانا چاہیے تاکہ اس کی مشق اور تربیت ہو۔ وہ بڑوں کی طرح خود اِحرام کی نیت کرکے تلبیہ پڑھے گا اور تمام افعال ادا کرے گا۔ اسے سِلا ہوا لباس پہننے اور ان تمام اُمور سے بچانا چاہیے جو حالتِ احرام میں ممنوع

23... لباب المناسك، باب الإحرام، فصل فی صفة الإحرام، ص ٨٨

24... فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، جنایات، ١٠/ ٣١٧

ہیں۔ تاہم اگر وہ اِحرام کے خلاف کسی فعل کا ارتکاب کرے یا بعض افعال ترک کردے تو بچے یا اس کے ولی (والد وغیرہ) پر کوئی کفّارہ لازم نہیں ہو گا۔

بچہ اگر مناسکِ حج خود ادا کرنے کی سمجھ رکھتا ہو تو وہ مناسک خود ادا کرے گا۔ چنانچہ علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: إن كان يعقِل الأداءَ بنفسه يَقضِي المناسكَ كُلَّها يفعل مثلَ ما يفعله البالغُ اهـ فهو كالصَّريح في أنّ إحرامه عنه إنّما يصحُّ إذا كان لا يعقلُ.[25]

یعنی، اگر بچہ خود حج کے مناسک ادا کرنے کی سمجھ رکھتا ہو تو وہ تمام مناسک خود ادا کرے گا اور اسی طرح افعال کرے گا جس طرح بالغ شخص کرتا ہے۔ پس یہ قول اس بات میں صریح کی طرح ہے کہ بچے کی طرف سے باپ کا احرام اسی وقت صحیح ہو گا جب وہ خود مناسک ادا کرنے کی سمجھ نہ رکھتا ہو۔

اور بچے کو ممنوعات کے ارتکاب سے بچانا چاہیے اور اگر وہ کسی ممنوع یا چند ممنوعات کا ارتکاب کرے تو اس پر کوئی کفّارہ لازم نہ ہو گا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (وينبغي لوليّه أن يجنّبه من محظوراتِ الإحرام) كلُبس المخِيط و استعمالِ الطِّيب ونحوِهما (وإن ارتكبَها) الصَّبيُّ شيئاً من المحظورات (لا شيء عليه ولا على وليّه).[26]

یعنی، بچے کے ولی کو چاہیے کہ وہ بچے کو احرام کے ممنوعات مثلاً سلے ہوئے کپڑے

25... رد المحتار، كتاب الحج، باب إحرام، مطلب: في قولهم يقدم حق العبد إلخ، تحت قوله: وظاهره، ۳/ ۵۳۵

26... لباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الإحرام، فصل: في إحرام الصبي، ص ۱۵۹

پہننے، خوشبو استعمال کرنے اور ان جیسی دیگر چیزوں سے بچائے۔ اور اگر بچہ کسی ممنوع کام کا ارتکاب کرے تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کے ولی پر۔

اور علامہ سیّد احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: فلو أن صبيّاً أحرم عنه أبوه وجنّبه ما يتجنّب المحرمُ فلبِس الصبيُّ ثوباً أو أصابَ طِيْباً أو صَيداً فلا شيء عليه لأن إحرامَه للتمرُّن لا للإيجاب والصبيُّ لا يجب عليه شيءٌ من العبادات.[27]

یعنی، اگر کسی بچے کی طرف سے اس کے والد نے احرام باندھا اور اسے ہر اُس چیز سے بچایا جس سے مُحرِم بچتا ہے، پھر بھی بچے نے سلے ہوئے کپڑے پہن لیے، یا خوشبو لگا لی، یا شکار کر لیا، تو بچے پر کچھ لازم نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس کا احرام صرف مشق اور عادت ڈالنے کے لیے ہے، کسی عبادت کو واجب کرنے کے لیے نہیں، اور بچے پر عبادات میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ٦/ ربیع الثانی، ١٤٤٨ھ، ١٨/ ستمبر، ٢٠٢٦م

عمرہ

میاں بیوی کا ایک ساتھ عمرہ کرنا

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ میاں بیوی دونوں عمرہ کرنے آئیں تو کیا حکم ہے؟

(سائل: کاشف علی، ناظم آباد، کراچی)

27... حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: فلا شيء على الصبي، ١/ ٥١٩

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: میاں بیوی دونوں بلا شُبہ ایک ساتھ عمرہ کر سکتے ہیں، بلکہ یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ اس مقدس سفر میں دونوں مل کر بیت اللہ شریف کی حاضری اور عمرے کی عبادت کا شرف حاصل کریں۔

البتہ احرام کی حالت میں چونکہ جسمانی تعلق قائم کرنا اور اس کے دواعی مثلاً شہوت کے ساتھ بوسہ لینا، چُھونا، گلے لگانا اور شرمگاہ دیکھنا حرام ہے، اس لیے جب تک دونوں احرام سے فارغ نہ ہو جائیں، ان اُمور سے اجتناب ضروری ہے۔ ہاں اگر شہوت کے بغیر دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر طواف اور سعی کریں، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ "اِحرام میں جو باتیں حَرام ہیں" ان کے بیان میں لکھتے ہیں: والجماعُ، ودواعِیه کالقُبلة واللّمسِ والمعانَقَة بشَهوةٍ.[28]

یعنی حالتِ احرام میں جماع اور اس کے دواعی جیسے بشہوت بوسہ لینا، چُھونا اور گلے لگانا حَرام ہیں۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ "اِحرام میں جو کام حَرام ہیں" ان کے بیان میں لکھتے ہیں: عورت سے صحبت، بوسہ، مساس، گلے لگانا، اس کی اَندامِ نہانی پر نگاہ، جبکہ (جماع کے علاوہ) یہ چاروں باتیں بشہوت ہوں۔[29]

28... لباب المناسك، باب الإحرام: شرائط صحته و واجباته وسننه و مستحباته، فصل فی محرمات الإحرام، ص ۹۶

29... فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، جنایات، ۱۰/ ۷۳۲

لہٰذا خُصوصاً نئے شادی شُدہ جوڑوں کو اس معاملے میں زیادہ احتیاط کرنی چاہیے۔ اسی احتیاط کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ عورت اگر ساتھ ہو تو اِحرام کی نیت سے قبل جسمانی تعلق قائم کرنا مستحب ہے، تاکہ شرمگاہ اور نگاہ دونوں کی حفاظت ہو۔

چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ[30] لکھتے ہیں اور اُن کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت[31] نے نقل کیا ہے: ومِن المستحبّ عند إرادةِ الإحرام جماعُ زوجته إن كانت معه ولا مانعَ من الجماع فإنّه من السُّنة.

یعنی، اور مستحب ہے کہ جب احرام کا ارادہ کرے اور بیوی ساتھ ہو اور کوئی مانعِ جماع (مثلاً حیض ونفاس) نہ ہو تو جماع کرے اس لیے کہ یہ بھی سنّت ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (إذا أرادَ أن يحرم) أي بحج أو بعمرة أو بهما (يُستحبّ أن يجامع أهلَه إن كان معه) تحصيناً للفَرْج وحِفْظاً عن النظر لهما. ملخّصاً[32]

یعنی، جب حج، عمرہ یا دونوں کا ارادہ کرے اور بیوی ساتھ ہو تو مستحب ہے کہ اس سے جماع کرے، تاکہ دونوں کی شرمگاہ اور نگاہ کی حفاظت ہو۔

30... البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: وإذا أردت أن تحرم إلخ، ۲/ ۵۶۱

31... الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثالث فى الإحرام، ۱/ ۲۲۲

32... لباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الإحرام، فصل فى صفة الإحرام، ص ۱۳۶، ۱۳۷

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٤/ ربیع الثانی، ١٤٤٨ھ، ١٦/ ستمبر، ٢٠٢٦م

﴿طواف قدوم﴾

حِلّی یا حرمی کے طوافِ قدوم کرنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ میقات سے باہر سے آنے والے مُفرِد اور قارِن کے لیے طوافِ قدوم کرنا سنّت مؤکّدہ ہے کیا کوئی حِلّی یا حرمی طوافِ قدوم کرلے تو اس پر کفّارہ واجب ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں کوئی کفّارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ان کے لیے طوافِ قدوم مسنون نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں: طواف قدوم کہ او را طواف تحیۃ نیز گویند و آن سنّتِ مؤکّدہ است در حق آفاقی کہ مفرد باشد بحج یا قارن نہ در حق مفرد بعمرہ و متمتع و نہ در حق مکی و میقاتی اگرچہ مفرد بحج باشند۔[33]

یعنی، طوافِ قُدوم اسے طوافِ تحیّۃ بھی کہتے ہیں وہ حج اِفراد اور قِران کرنے والے کے لئے سنّت مؤکّدہ ہے جب کہ وہ آفاقی ہو، نہ کہ صرف عمرہ کرنے والے اور حج تمتُّع کرنے والے کے لئے اور نہ ہی مکی اور میقاتی کے لئے اگرچہ وہ حج اِفراد ہی کریں۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ١٣٤٠ھ "طوافِ قدوم" کے بارے میں نقل کرتے ہیں: یہ طواف متمتع کے لیے نہیں نہ اہلِ مکہ کو کہ وہ ہر وقت

33... حیات القلوب، باب سیوم در بیان طواف وانواع آن، فصل اول در بیان انواع طواف، ص ١١٣۔١١٤

حاضرِ بارگاہ ہیں۔[34]

پھر بھی اگر یہ لوگ طوافِ قدوم کی نیّت سے طواف کریں گے تو وہ نفل ہوگا، اور نفلی طواف کا جواز آفاقی کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ غیر آفاقی بھی اسے کر سکتا ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ "نفلی طواف" کے بارے میں لکھتے ہیں: (ولا بشخصٍ) أی لا یَختصّ جوازهُ بأحد إذا کان مسلماً طاهراً.[35]

یعنی، نفل طواف کا جواز کسی شخص کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بشرطیکہ وہ مسلمان اور پاک ہو۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۳/ ربیع الأول، ۱٤٤۸ھ، ۱۵/ سبتمبر، ۲۰۲٦م

﴿سعی﴾

سعی کے بعد اس کے پھیروں میں شک کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ سعی کرنے اور حلق کروانے کے بعد سعی کے پھیروں کی تعداد میں شک ہو جائے کہ چھ پھیرے کیے تھے یا سات، تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(سائل: معرفت محمد جنید، کراچی)

34... فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، مسائلِ حج وزیارت کا بیان، حج کی بعض سنتیں، ۱۰/ ۷۹۲

35... لباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، النوع السابع: طواف التطوع، ص ۲۰۳

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں کچھ لازم نہیں۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ[36] لکھتے ہیں اور ان کے حوالے سے "غنیۃ الناسک"[37] میں ہے: والشكُّ إنّما يعتبرُ في أثناء السعي والطوافِ أمّا إذا شكّ بعد الفَراغ فلا شيء عليه[38] كما صَرّحُوا في الصَّلوة والوُضوء.[39]

یعنی، سعی اور طواف کے درمیان میں شک معتبر ہے، لیکن جب فراغت کے بعد شک ہو تو اس پر کچھ لازم نہیں، جیسا کہ فقہائے کرام نے نماز اور وضو کے بارے میں واضح فرمایا ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۳/ رجب، ۱٤٤٧ھ ، ۲۳/ دیسمبر، ۲۰۲۵م

حج کی سعی باقی ہوتے ہوئے سعی عمرہ کرنا

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص پر حج کی سعی باقی تھی اور اُس نے وہ ادا نہ کی اور حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کیا اُس شخص نے عمرہ میں جو سعی کی حج کی سعی کی طرف منتقل ہو جائے گی جیسا کہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں طواف کے معاملے میں واقع

36... جمع المناسك، باب السعي بين الصفا والمروة، ص ۲۰۸

37... غنية الناسك، باب السعي بين الصفا والمروة، فصل في كيفية أداء السعي، ص ۲۱۲

38... انظر: المجموع شرح المهذب للنووي، كتاب الحج، باب صفة الحج والعمرة، فرع في مسائل تتعلق بالطواف، ۸/ ٦١ ، هداية السالك، الباب العاشر في دخول مكة المعظمة وفي الطواف والسعي وما يتعلق بذلك، فصل في واجبات الطواف وسننه، ۲/ ۷۸۱

39... حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، تحت قوله: في صلاته، ۱/ ۳۱٦، وتحت قوله: أو مسح برأسه أو لا، ۱/ ۳۱۷

ہوتا ہے یا حج کی سعی اُس پر بدستور باقی رہے گی؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر حج کی سعی بدستور باقی رہے گی کیونکہ منتقل ہونے کا معاملہ طواف کے ساتھ مقید ہے اور سعی کا حکم اس طرح نہیں ہے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ[40] اور علّامہ حنیف الدین بن عبد الرحمٰن بن عیسی مرشدی عُمری حنفی متوفی ۱۰۶۷ھ[41] لکھتے ہیں: ثُمّ تقييدُ الأحكامِ المذكورةِ بالطّوافِ يُفيد أنّ أحكامَ السَّعيِ ليسَ كذلكَ.

یعنی، پھر مذکورہ احکام کا طواف کے ساتھ مقید ہونا اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ سعی کے احکام اس طرح نہیں ہیں۔

لہٰذا یہاں عمرہ کی سعی حج کی سعی کی طرف منتقل نہ ہوگی۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی[42] اور علّامہ حنیف الدین مرشدی حنفی[43] لکھتے ہیں: فمَن بَقِي عليه سعيُ الحجِّ وأحرمَ بعُمرةٍ وطافَ وسَعَى لها لَمْ يَنتقِلْ سعيُها إلى الحجِّ مع تَقدُّم سببه (وقال القاري: وقُوةِ مرتبتِه).

یعنی، پس جس پر حج کی سعی باقی ہو اور وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور عمرے کا

40... المسلك المتقسّط، باب أنواع الأطوفة وأحكامه، فصل فی نية الطواف، تحت قوله: يكمل الزيارة من الصدر، ص ۲۰۸

41... مُرشِد السّالك شرح لباب المناسك، باب أنواع الأطوفة وأحكامه، فصل فی نية الطواف، ق ۷۵/ ب، تحت قوله: يكمل الزيارة من الصدر، مخطوط مصوّر

42... المسلك المتقسط، باب أنواع الأطوفة وأحكامه، فصل فی نية الطواف، تحت قوله: يكمل الزيارة من الصدر، ص ۲۰۸

43... مُرشِد السّالك شرح لباب المناسك، باب أنواع الأطوفة وأحكامه، فصل فی نية الطواف، ق ۷۵/ ب، تحت قوله: يكمل الزيارة من الصدر، مخطوط مصوّر

طواف اور سعی کرلے تو عمرے کی سعی حج کی طرف منتقل نہ ہوگی باوجود اس کے حج کی سعی کا سبب اور اس کا مرتبہ قوت کے اعتبار سے مقدم ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں ایک طواف کا دوسرے کی طرف منتقل ہونا پایا جاتا ہے اور سعی میں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا تو اس کا جواب دیتے ہوئے مُلّا علی قاری[44] اور علّامہ حنیف الدین مرشدی[45] لکھتے ہیں:

ولعلّ وجهَ الفرق أن الطَّواف يتكرّر فى الحجّ بخلاف السَّعى، ولهذا لَو ترك سجدةً فى ركعةٍ وأتَى بثلٰثِ سَجَداتٍ فى ركعةٍ أخرى جازَ فى تلك الصلاةِ دونَ غيرهَا والله سبحانه وتعالىٰ أعلم.

یعنی، شاید فرق کی وجہ یہ ہے کہ حج میں طواف تکرار کے ساتھ ہوتا ہے برخلاف سعی کے اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی ایک رکعت میں سجدہ چھوڑ دے اور دوسری رکعت میں تین سجدے کرلے تو یہ اُس نماز میں جائز ہوگا برخلاف دوسری نماز میں۔ اور اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲۱/ رجب، ۱٤٤٦ھ ، ۲۱/ يناير، ۲۰۲۵م

﴿مناسک عرفات﴾

رات میں وقوفِ عرفہ کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں

44... المسلك المتقسط، باب أنواع الأطوفة وأحكامه، فصل فى نية الطواف، تحت قوله: يكمل الزيارة من الصدر، ص ۲۰۸

45... مُرشِد السّالك شرح لباب المناسك، باب أنواع الأطوفة وأحكامه، فصل فى نية الطواف، ق ۷۵/ ب، تحت قوله: يكمل الزيارة من الصدر، مخطوط مصوّر

کہ آپ کے "فتاویٰ حج و عمرہ" میں ہے کہ "جو شخص رات میں وقوف کرے، اُس کے لیے کچھ بھی واجب نہیں وہ اگر ایک گھڑی کے لیے بھی میدانِ عرفات میں آگیا تو اُس کا وقوف درست ہوگیا" تو اس میں پوچھنا یہ ہے کہ اگر کسی نے دن میں وقوفِ عرفہ نہ کیا اور رات میں وقوفِ عرفہ کیا تو کیا دن میں وقوفِ عرفہ نہ کرنے کے سبب دم واجب ہوگا یا نہیں؟ (سائل، سیّد محمد جمشید، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اس پر دم واجب ہوگا، کیونکہ نو ذو الحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد دن کے کسی بھی حصے میں غروبِ آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا واجب ہے۔

چنانچہ علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ[46] لکھتے ہیں: إذا وقفَ ليلاً فلا واجبَ في حقِّه حتى لو وقف ساعةً لا يلزَمه شيءٌ كما في "شرح اللباب"[47]، نعم يكونُ تاركاً واجبَ الوقوفِ نهارًا إلى الغُروب.

یعنی، جب کوئی شخص رات میں وقوف کرے تو اس کے حق میں کوئی واجب نہیں، یہاں تک کہ اگر وہ ایک گھڑی ہی وقوف کرے تب بھی اس پر کچھ لازم نہ ہوگا، جیسا کہ "شرح اللباب" میں ہے۔ البتہ وہ دن میں غروبِ آفتاب تک وقوف کے واجب کو ترک کرنے والا شمار ہوگا۔

46... رد المحتار، كتاب الحج، مطلب: في فروض الحج وواجباته، تحت قوله: إن وقف نهاراً، ۳/ ۵۳۹

47... المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الوقوف بعرفة وأحكامه، فصل: في شرائط صحة الوقوف، تحت قوله: ووقوف جزء من الليل، ص ۲۹۱

اس کے تحت علامہ عبد القادر رافعی حنفی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں: مقتضى كونِه تاركاً الواجب الوقوف نهاراً إلى الغُروب أن يكون المدُّ واجباً سواء وقف نهاراً أو ليلاً، لأنّه إذا وقف ليلاً لا يتأتّى له الإتيانُ بالواجبِ، فيتقرّر الوجوبُ في ذمّته، فيكون التقييدُ بوقوفه نهاراً اتفاقياً.[48]

یعنی، یہ بات کہ وہ دن میں غروبِ آفتاب تک وقوف کے واجب کو ترک کرنے والا شمار ہو گا، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر امتداد واجب ہو، خواہ اس نے وقوف دن میں کیا ہو یا رات میں؛ کیونکہ جب وہ صرف رات میں وقوف کرے گا تو اس واجب (یعنی دن کے وقوف) کی ادائیگی اس سے ممکن نہ رہے گی، تو وہ واجب اس کے ذمہ میں ثابت قرار پائے گا۔ لہٰذا اس واجب کو دن کے وقوف کے ساتھ خاص کرنا محض اتفاقی امر ہو گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اگر رات میں وقوف کیا تو اس کے لیے کسی خاص حد تک وقوف کرنا واجب نہیں مگر وہ اُس واجب کا تارک ہوا کہ دن میں غروب تک وقوف کرتا۔[49]

لہٰذا اگر کوئی شخص دن کے بجائے رات میں وقوف کرے تو وہ اس واجب کا تارک ہو گا، اور حج و عمرہ میں ترکِ واجب پر دم لازم ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمّار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: وإن وقف ليلاً لم

48... تقريرات الرافعي على رد المحتار، كتاب الحج، مطلب: في فروض الحج وواجباته، ۳/ ۵۳۹

49... بہار شریعت، حج کا بیان، حج کے واجبات، ۱/ ۶/ ۱۰۴۸

يجب عليه امتدادُه كذا فی "الجوهرة"[50] أی وعليه دمٌ لترك الواجبِ.[51]

یعنی، اور اگر کسی نے رات میں وقوف کیا تو اس پر امتداد (یعنی وقوف کو غروب تک جاری رکھنا) واجب نہیں، اسی طرح "الجوہرۃ" میں ہے اور اس پر واجب ترک کرنے کی وجہ سے دم لازم ہو گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۹/ ذو الحجة، ۱٤٤٧ھ، ۲۵/ مئی، ۲۰۲٦م

﴿قربانی﴾

جانور میں دم اور منّت کا حصہ ہو تو گوشت کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کے بڑے جانور میں قربانی، عقیقہ، منّت اور دمِ جبر کا حصہ شامل ہو، تو گوشت کا کیا حکم ہو گا؟ (سائل: شنید قادری، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں پورے جانور کا گوشت صدقہ کرنا واجب ہو گا، اور اس کے وہی مصارف ہیں جو زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے ہیں؛ کیونکہ دمِ جَبر اور منّت کا گوشت نہ خود کھایا جا سکتا ہے اور نہ ہی مالداروں کو کھلایا جا سکتا ہے، بلکہ اسے صدقہ کرنا واجب ہے۔ نیز باقی شرکاء پر بھی صدقہ اس لیے واجب ہے کہ ان کے حصے پورے گوشت میں اس طرح مل گئے ہیں کہ اگرچہ وزن کے

50... الجوهرة النيرة، كتاب الحج، مطلب فی طواف الصدر، ۱/ ۳۹۰

51... غنية ذوی الأحكام، كتاب الحج، تحت قوله: صح وقوفه، ۱/ ۱/ ۲۳۳

ذریعے اتنی مقدار الگ کی جاسکتی ہے، لیکن یہ تعیُّن ممکن نہیں کہ کون سا حصہ صدقہ کرنا واجب ہے اور کون سا نہیں۔

چنانچہ فقیہ النفس علامہ حسن بن منصور اَوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ[52] اور ان کے حوالے سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ[53] لکھتے ہیں: سبعة اشتروا بقرةً للأضحيّة فنوى أحدُهم الأضحيةَ عن نفسه لهذه السَّنة ونوى أصحابُه الأضحية عن السنة الماضيةِ قالوا تجوز الأضحيةُ عن هذا الواحد ونيّة أصحابِه للسنة الماضية باطِلة وصاروا مُتطوِّعين ووجبت الصدقةُ عليهم بلحمِها وعلى الواحد أيضاً لأنّ نصيبَه شائعٌ.

یعنی، سات افراد نے قربانی کے لیے ایک گائے خریدی، پھر ان میں سے ایک نے اپنی طرف سے اس سال کی قربانی کی نیت کی اور اس کے ساتھیوں نے گزشتہ سال کی قربانی کی نیت کی۔ فقہاء نے فرمایا: اس ایک کی طرف سے قربانی جائز ہوگی، اور اس کے (چھ) ساتھیوں کی گزشتہ سال کی نیت باطل ہوگی، وہ نفلی کرنے والے شمار ہوں گے، اور ان پر اس کے گوشت کو صدقہ کرنا لازم ہوگا، بلکہ اس ایک پر بھی، کیونکہ اس کا حصہ مشترک اور غیر متعیّن ہے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی حنفی[54] لکھتے ہیں: (قوله : مَصرف الزكاةِ

52... فتاوى قاضيخان على هامش الهندية، كتاب الأضحية، فصل فيما يجوز في الضحايا وما لا يجوز، ۳/ ۳۴۹

53... رد المحتار، كتاب الأضحية، تحت قوله: وإن كان شريك الستة نصرانياً إلخ، ۹/ ۵۴۰

54... رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف، ۳/ ۳۳۳

والعُشر) وهو مصرفٌ أيضاً لصدقةِ الفطرِ والكفّارة والنَّذر وغيرِ ذلك مِن الصَّدقات الواجبةِ كما في ''القُهُستانيِّ''[55].

یعنی، زکوٰۃ اور عشر کے جو مصارف ہیں، وہی صدقۂ فطر، کفّارہ، منّت اور دیگر صدقاتِ واجبہ کے مصارف ہیں، جیسا کہ ''قہستانی'' میں ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٥/ ذو الحجة، ١٤٣٠ھ، ٢٢/ مئی، ٢٠٢٦م

﴿قربانی کے بدل روزے﴾

قربانی کے بدلے روزوں میں احرام کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج تمتع اور قران کرنے والا اگر قربانی کی استطاعت نہیں رکھتا تو اسے روزے رکھنے ہوں گے تو روزے کس طرح رکھے گا احرام سے پہلے یا احرام کے بعد یا احرام میں ہی رکھنے ہوں گے؟ تفصیل سے بیان فرما دیں۔

(سائل: انس، جمشید روڈ، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں ابتدائی تین روزے دوسری شوال سے نویں ذی الحجہ تک اس طرح رکھے جائیں گے کہ قارن حجِ قِران کا احرام باندھنے کے بعد اور مُتمتّع عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد روزے رکھے، خواہ عمرہ ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ان روزوں کے لیے حالتِ احرام میں ہونا شرط نہیں، جیسے ایامِ حج کے بعد کے سات روزے بغیر

55... جامع الرموز، كتاب الزكوة، فصل: مصارف الزكوة، تحت قوله: مصرف الزكوة، ١/ ٣٣٤

احرام کے رکھے جاتے ہیں۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (أن يصوم الثلاثةَ بعد الإحرام بهما فى القارن) فلو صام الثلاثة ثم قَرَن لا يجوز صومُه بالإجماع. (وبعدَ إحرام العمرة فى المتمتّع).[56]

یعنی، قارن کے حق میں یہ (شرط) ہے کہ وہ دونوں (عمرہ اور حج) کا احرام باندھنے کے بعد تین روزے رکھے۔ پس اگر کسی نے پہلے تین روزے رکھے پھر قِران کیا، تو اس کے یہ روزے بالاتفاق جائز (یعنی کافی) نہ ہوں گے۔ اور مُتمتّع کے حق میں یہ (شرط) ہے کہ وہ عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد تین روزے رکھے۔

اسی طرح "مرشد السالك"[57] اور "أقرب المسالك"[58] میں ہے۔

اور دوسرے مقام پر مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: ولا قبلَ إحرام الحج والعمرة فى حقّ القارنِ، ولا قبلَ إحرام العمرة فى حق

56... لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب القران، فصل فى بدل الهدى، ص ٣٧١

57... مرشد السالك شرح لباب المناسك، باب القران، فصل فى بدل الهدى، ق ١٤٠/ ب، ١٤١/ أ، مخطوط مصوّر

58... أقرب المسالك شرح لباب المناسك، باب القران، فصل فى بدل الهدى، ق ١١٤/ أ، ب، مخطوط مصوّر

المتمتّع.[59]

یعنی، قارن کے حق میں حج اور عمرہ کے احرام سے پہلے رکھے گئے روزے کافی نہیں ہوں گے اور نہ ہی متمتّع کے حق میں عمرہ کے احرام سے پہلے رکھے گئے روزے کافی ہوں گے۔

اور روزوں میں جو باتیں شرط نہیں اُن کے بیان میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: (ولا الإحرامُ) أی ولا کونُ صومه فی حال مُبَاشرة الإحرام.[60]

یعنی، یہ شرط نہیں کہ اس کے روزے حالتِ احرام میں رکھے جائیں۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۳/ ذو القعدة، ۱٤٤۷ھ، ۲۰/ ابریل، ۲۰۲٦م

احرامِ عمرہ کھول کر تین روزے رکھنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو قربانی کی استطاعت نہ رکھتا ہو، وہ حجِ تمتع کے ارادے سے جائے اور عمرہ کر کے احرام کھول دے یعنی حلق کروادے، تو کیا اب وہ حج سے پہلے قربانی کے بدلے تین روزے بغیر احرام کے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں وہ اب بھی روزے

59... المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فی جزاء الجنایات وکفاراتها، فصل فی أحکام الصیام فی باب الإحرام، تحت قوله: الثلاثة، ص ٥٦٨

60... المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فی جزاء الجنایات وکفاراتها، فصل فی أحکام الصیام فی باب الإحرام، ص ٥٦٨

رکھ سکتا ہے کیونکہ ان روزوں کے وُجوب کا سبب تمتُّع ہے، جس کے لیے تمتُّع کی نیت سے عمرہ کا احرام ضروری ہے۔

چنانچہ فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۳ھ لکھتے ہیں:

المتَمَتِّعُ إذا لم يجد هَدْياً، فصام ثلاثة أيام قبل إحرام الحج، و بعد إحرام العمرة، وسبعة إذا رجع، يجوز لأنّه إذا أداه بعد إحرام العمرة، فقد أدّاه بسبب الوجوبِ؛ لأنّه بها يتوصّلُ إلى المتعة، ألا ترى أن سوق الهدى قبل إحرام الحج للمتمتِّع جائزٌ. و يبقيه ذلك على الإحرام.[61]

یعنی، متمتع جب ہدی (قربانی کا جانور) نہ پائے تو وہ تین روزے حج کے احرام سے پہلے، اور عمرہ کے احرام کے بعد رکھے، اور سات روزے اس وقت رکھے جب وہ اپنے وطن واپس لوٹے۔ یہ جائز ہے، کیونکہ جب اس نے عمرہ کے احرام کے بعد روزے رکھے تو اس نے سببِ وُجوب پائے جانے کے بعد روزے رکھے؛ کیونکہ اسی (عمرہ) کے ذریعے وہ تمتُّع تک پہنچتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ متمتع کے لیے حج کے احرام سے پہلے ہدی کو ساتھ لانا جائز ہے، اور وہ ہدی کے ساتھ احرام کی حالت پر باقی رہتا ہے۔

اور علامہ رضی الدین محمد بن محمد سرخسی حنفی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں: ولو صامَ بعد إحرام العمرةِ جاز لأنّه صام بعد وجودِ سببِ وُجوبِه؛ لأنّ سببَه هو التمتُّع وهو يحصل بالعمرة على نية المتعة لأنّها طريق مُوصِل إلى المتعة وأداء الشيء بعد وجود سبب وجوبه جائز؛ لأنّه

61... مختلف الرواية للسمرقندی، باب قول الشافعی علی خلاف قول أصحابنا، ۲/ ۸۰۷، ۸۰۸

يستندُ وجو به إلى وقت سببه.[62]

یعنی، اگر کسی نے احرامِ عمرہ کے بعد روزے رکھے تو یہ جائز ہے، کیونکہ اس نے ان کے سببِ وُجوب پائے جانے کے بعد روزے رکھے؛ اس لیے کہ ان کا سبب تمتُّع ہے، اور تمتُّع عمرہ کے ذریعے نیتِ تمتُّع کے ساتھ حاصل ہوتا ہے، کیونکہ عمرہ تمتُّع تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اور کسی چیز کو اس کے سببِ وُجوب پائے جانے کے بعد ادا کرنا جائز ہے، کیونکہ اس کا وُجوب اپنے سبب کے وقت ہی سے متعلّق ہوتا ہے۔

اور علامہ شمس الدین ابو العباس احمد بن ابراہیم حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

الإحرام بالعمرة سبب صومِ الثلاثة، فيجوز فعلُه بعد وجودِ سببه كتعجيلِ الزكاة بعد ملك النصابِ.[63]

یعنی، تین روزوں کا سبب احرامِ عمرہ ہے، پس ان روزوں کو ان کا سبب پائے جانے کے بعد رکھنا جائز ہے جیسے مالکِ نصاب ہونے کے بعد زکوۃ کو جلد ادا کرنا جائز ہے۔

اور علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ تمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (جاز صومُ الثلاثة بعد إحرامِها) أي: العمرة لكن في أشهرِ الحج (لا قبله) أي الإحرام.

یعنی، حج کے مہینوں میں تین روزے احرامِ عمرہ کے بعد رکھنا جائز ہے، احرام سے پہلے نہیں۔

62... المحيط السرخسي، كتاب الحج، باب التمتع، ۲/ ۱٦۱

63... الغاية في شرح الهداية، كتاب الحج، باب القران، تحت قوله: وإذا لم يكن له ما يذبح إلخ، ۹/ ٦۷

اس کے تحت علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: قوله (أي العمرة) لأنه صيامٌ بعد وُجوب سببِه وهو التمتُّع فإنه يحصلُ بالعمرة على نيّة المتعةِ.[64]

یعنی، یہ (یعنی احرامِ عمرہ) اس لیے ہے کہ روزے اپنے سبب کے وُجوب کے بعد رکھے جائیں، اور وہ سبب "تمتُّع" ہے، کیونکہ یہ نیتِ تمتع کے ساتھ عمرہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بغیر احرامِ عمرہ کے تین روزے رکھے اور پھر احرام باندھے تو یہ روزے کافی نہیں ہوں گے بلکہ پھر سے رکھنے ہوں گے۔

چنانچہ امام بہاء الدین علی بن محمد اِسبیجابی سمرقندی حنفی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں: يجوز له أن يصومَ هذه الأيام الثلاثة بعد إحرام العمرة إلى يوم عرفةَ، ولا يجوز له قبل ذلك ولا بعدَ ذلك.[65]

یعنی، متمتع کے لیے یہ تین روزے احرامِ عمرہ کے بعد سے یوم عرفہ تک رکھنا جائز ہیں، لیکن ان کو اس سے پہلے یا یوم عرفہ کے بعد رکھنا جائز نہیں۔

اور امام ابویعقوب یوسف بن علی جرجانی حنفی متوفی بعد سنۃ ۵۲۲ھ لکھتے ہیں: ومَن أراد أن يتمتَّع فيصوم فى شوّال ثلاثة أيّامٍ ثم يعتمر لا يجزِيه من التمتع وإنّما يجزيه إذا صامَ بعدها بعد الإحرام.[66]

64... تنوير الأبصار وشرحه الدر المختار وشرحه رد المحتار، كتاب الحج، باب التمتع، ٣/ ٦٤٤

65... شرح مختصر الطحاوى، كتاب المناسك، باب المتمتع إذا ساق الهدى، ٢/ ٦٧٤

66... خزانة الأكمل، كتاب المناسك، ١/ ٣٦٢

یعنی، جو شخص تمتُّع کرنا چاہے اور شوال میں تین دن روزے رکھے پھر عمرہ کرے، تو یہ روزے تمتُّع کے لیے کافی نہیں ہوں گے۔ یہ صرف اس وقت کافی شمار ہوں گے جب روزے احرام کے بعد رکھے۔

اور علامہ رضی الدین سرخسی حنفی لکھتے ہیں: يصوم ثلاثة أيّامٍ بعد إحرام العمرة ولا يجوز قبلَه؛ لأنّ قبل الإحرام لم يوجَد السببُ وهُو المتعةُ، فلم يجب الدمُ، فلم يلزمه الصِّيامُ خلفاً عنه، وأداء الواجب قبل الوجوب وقبل سببه مستحيلٌ.[67]

یعنی، تین روزے احرامِ عمرہ کے بعد رکھنا جائز ہے، لیکن احرام سے پہلے نہیں؛ کیونکہ احرام سے پہلے سبب یعنی تمتُّع موجود نہیں ہوتا، لہٰذا دم (شکر) واجب نہیں ہوا، اور اس کے عوض روزے بھی لازم نہیں ہوئے۔ واجب کو اس کے وجوب اور سبب سے پہلے ادا کرنا ناممکن ہے۔

اور علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: لا يجوز له أن يصومَ ثلاثة أيّامٍ في أشهرِ الحجّ قبل أن يحرم بالعمرة بلا خلاف.[68]

یعنی، اس کے لیے بلا اختلاف جائز نہیں کہ وہ عمرے کا احرام باندھنے سے پہلے حج کے مہینوں میں تین روزے رکھے۔

اور علامہ برہان الدین ابو بکر بن علی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: (فإن صام ثلاثة أيام من شوالٍ ثم اعتمرَ)

67... المحيط السرخسي، كتاب الحج، باب التمتع، ۲/ ۱۶۱

68... بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل فيما يجب على المتمتع والقارن، ۳/ ۱۸۰

أي أحرم للعمرة (لم يجزه عن الثلاثة؛ لأنّ سببَ وُجوب هذا الصوم التمتع؛ لأنّه بدلٌ عن الهَدي وهُو في هذه الحالةِ غير متمتعٍ) لا حقيقةً ولا حكماً أمّا حقيقة فظاهرٌ، وأمّا حُكماً فكأنه لم يحرمْ بها: (فلا يجوز أداؤُه قبل وجود سببه).[69]

یعنی، پس اگر کسی نے شوال میں تین روزے رکھ لیے، پھر عمرے کا احرام باندھا، تو یہ روزے ان (واجب) تین روزوں کے لیے کافی نہ ہوں گے؛ کیونکہ ان روزوں کے واجب ہونے کا سبب تمتّع ہے، اس لیے کہ یہ قربانی کے بدلے ہیں، جبکہ اس حالت میں وہ نہ حقیقتاً متمتع ہے اور نہ حکماً۔ حقیقتاً نہ ہونا تو ظاہر ہے، اور حکماً اس لیے کہ گویا اس نے عمرے کا احرام ہی نہیں باندھا۔ لہٰذا ان روزوں کو ان کا سبب پائے جانے سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں۔

اور حافظ الدین علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: (قوله فإن صام ثلاثةَ أيّامٍ من شوالٍ فاعتمرَ لم يجزه عن الثلاثة)؛ لأنّ سببَ وُجوبِه التمتُّع وهو في هذه الحالةِ غير متمتعٍ فلا يجوز أداؤُه قبل سببه. (قوله وصحّ لو بعد ما أحرمَ بها قبل أن يطوفَ) أي صحّ صومُ الثَّلاثة بعد ما أحرم بالعُمرة قبل الطواف؛ لأنّه أداء بعدَ السببِ.[70]

یعنی، اگر کسی نے شوال میں تین روزے رکھے پھر عمرے کا احرام باندھا تو یہ روزے ان (واجب) تین روزوں کے لیے کافی نہ ہوں گے؛ اس لیے کہ ان روزوں کے

69... الهداية وشرحه البناية، كتاب الحج، باب التمتع، ٤/ ٣٠٥

70... كنز الدقائق وشرحه البحر الرائق، كتاب الحج، باب التمتع، ٢/ ٦٣٧

وُجوب کا سبب تمتُّع ہے، جبکہ وہ اس حالت میں متمتع نہیں، لہٰذا سبب سے پہلے ان روزوں کی ادائیگی جائز نہیں۔ البتہ اگر عمرے کا احرام باندھنے کے بعد طواف سے پہلے روزے رکھے تو صحیح ہے یعنی عمرے کا احرام باندھنے کے بعد اور طواف سے پہلے تین روزے رکھنا درست ہے؛ کیونکہ یہ سبب کے بعد ادائیگی ہے۔

اور علامہ ابو بکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں: ولا يجوز أن يصومَها قبل إحرام العمرة.[71]

یعنی، متمتع کے لیے احرامِ عمرہ سے پہلے یہ تین روزے رکھنا جائز نہیں ہے۔

اور علامہ عبد الغنی قاراباغی حنفی (من علماء القرن التاسع) لکھتے ہیں: لو صامَها قبل الإحرام بها لا يجوزُ اتفاقاً؛ لأنّ أشهر الحجّ وإن كان وقتاً لصوم الثلاثة لكن بعد تحقُّقِ السبب وهو الإحرام لأنّه أدّاه بعد انعقاد سببه.[72]

یعنی، اگر کسی نے احرامِ عمرہ سے پہلے تین روزے رکھے تو وہ روزے بالاتفاق کافی نہیں ہوں گے، کیونکہ اگرچہ حج کے مہینے ان تین روزوں کے رکھنے کا وقت ہے، لیکن سبب یعنی احرام متحقّق ہونے کے بعد، کیونکہ وہ ان روزوں کو تمتُّع کا سبب منعقد ہونے کے بعد ادا کرے گا۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: ولا قبلَ إحرام الحجّ

71... الجوهرة النيرة، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: فإن لم يجد صام ثلاثة أيام إلخ، ۱/ ۳۹٦

72... المختار وشرحه للقاراباغي، كتاب الحج، باب التمتع، ۱/ ۲٤۷، ۲٤۸

والعمرة فی حقّ القارنِ، ولا قبلَ إحرامِ العمرة فی حق المتمتّع.[73]

یعنی، قارِن کے حق میں حج اور عمرہ کے احرام سے پہلے رکھے گئے روزے کافی نہیں ہوں گے اور نہ ہی متمتع کے حق میں عمرہ کے احرام سے پہلے رکھے گئے روزے کافی ہوں گے۔

اور علامہ عبد الرحمٰن بن محمد کلیوبی حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں: لا یجوز صومُ الثلاثة قبل الإحرام.[74]

یعنی، احرام سے پہلے تین روزے رکھنا کافی نہیں ہو گا۔

اور صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ حنفی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں: اعلم أن أشهرَ الحجِّ وقتٌ لصومِ الثَّلاثة، لكن بعد تحقيقِ السبب، وهو الإحرام، وكذا فی القِران.

یعنی، جان لو کہ حج کے مہینے تین روزے رکھنے کا وقت ہے، لیکن سبب یعنی احرام متحقق ہونے کے بعد، اور اسی طرح قِران میں بھی حکم دیا گیا ہے۔

اس کے تحت علامہ عبد الحیّ بن عبد الحلیم لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں: (وهو الإحرام)؛ فإذا أحرمَ بالعمرةِ فصامَ جاز؛ لتحقُّقِ سببِه وهو التمتُّع، فإن صامَ ثلاثة أيّامٍ من شوّال، ثمّ أحرمَ بالعمرةِ لم يجزِه عن الثلاثة.[75]

73... المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فی جزاء الجنايات وكفاراتها، فصل فی أحكام الصيام فی باب الإحرام، تحت قوله: الثلاثة، ص ٥٦٨

74... ملتقى الأبحر وشرحه مجمع الأنهر، كتاب الحج، باب القران والتمتع، ١/ ٤٢٧

75... شرح الوقاية وشرحه عمدة الرعاية، كتاب الحج، باب القران والتمتع، وذبح ولم تنب الأضحية عنه إلخ، ٢/ ٦٠٢

یعنی، اگر کوئی عمرہ کے احرام کے بعد روزے رکھے تو یہ روزے تمتع کے سبب کے متحقّق ہونے کی وجہ سے جائز ہیں۔ لیکن اگر کوئی شوال کے تین دن روزے رکھے اور پھر عمرہ کا احرام باندھے، تو یہ روزے اس کے لیے کافی نہیں ہوں گے۔

اور قاضی عید بن محمد انصاری مکی حنفی متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں: سَبب هذا الصومِ التمتُّع والقِران لأنّه بدلٌ عن الهَدی وهو فی هذه الحالةِ غیر متمتعٍ فلا یجوز أداؤُه قبل سببِه.[76]

یعنی، ان (تین) روزوں کا سبب تمتُّع اور قِران ہے، کیونکہ یہ ہدی کے بدلے ہیں، اور اس حالت میں وہ متمتع نہیں ہے، لہٰذا ان روزوں کا ان کے سبب سے پہلے ادا کرنا کافی نہیں ہوگا۔

اور علامہ محمد حسن بن مکرم شاہ مہاجر مکی حنفی متوفی ۱۳۴۶ھ لکھتے ہیں:

ثلاثةٌ فی وقت الحجّ، وهو أشهُرُ الحجِّ بعد الإحرام بهما أو بالعمرة؛ لیکونَ أداءً بعد تقرُّر السببِ، فلو أحرَمَ بها قبل أشهُرِ الحجِّ، وصام فیها جاز لوجودِ الإحرام بالعمرة فی أشهُر الحجّ، ولو صام فیها ثمّ أحرم بها لا یجوزُ.[77]

یعنی، تین روزے حج کے مہینوں میں ہوں، اور یہ حج و عمرہ دونوں یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد ہوں تاکہ سبب قائم ہونے کے بعد روزے ادا کیے جائیں۔ اگر

76... خلاصة الناسك شرح لباب المناسك، باب فی جزاء الجنایات وكفاراتها، فصل فی أحكام الصیام فی باب الإحرام، تحت قوله: إلّا فی صوم القران الثلاثة، ق ٩٤/ أ، مخطوط مصوّر

77... غنیة الناسك، باب القران، فصل فی بدل الهدی، زمن الصیام الثلاثة، ص ٣٣٣

کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور حج کے مہینوں میں روزے رکھے تو یہ جائز ہے کیونکہ احرام عمرہ حج کے مہینوں میں موجود ہے۔ لیکن اگر کسی نے پہلے حج کے مہینوں میں روزے رکھے اور بعد میں عمرہ کا احرام باندھے تو یہ روزے کافی نہیں ہوں گے۔

اور بعض فقہائے کرام نے صراحۃً لکھا کہ اگر کوئی احرامِ عمرہ باندھ کر طواف سے پہلے روزے رکھے تو یہ جائز ہے، اور اس کی وجہ وہی ہے جو ہم نے اُوپر ذِکر کی کہ سبب پایا گیا۔

چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: وكذا لو صام بعد ما أحرمَ للعمرة ولم يطفْ لها.[78]

یعنی، اور اسی طرح روزے کافی ہوں گے اگر متمتع عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد روزے رکھے حالانکہ اس نے ابھی طوافِ عمرہ نہ کیا ہو۔

اور علامہ علاء الدین ابو بکر کاسانی حنفی لکھتے ہیں: ويجوز له بعد ما أحرمَ بالعمرة في أشهُر الحج قبل أن يُحرم بالحج سواء طافَ لعمرته أو لم يَطف بعد أن أحرم بالعمرة لأن الإحرام بالعمرة سببٌ لوجود الإحرام بالحجة فكان الصوم تعجيلا بعد وجود السبب فجاز، وقبل وُجود العمرة لم يوجَد السبب فلم يجزْ.[79]

یعنی متمتع کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد،

78... الجامع الصغير مع شرحه لقاضيخان، كتاب الحج، باب في التمتع، ١/ ٤٢٠

79... بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل فيما يجب على المتمتع والقارن، ٣/ ١٨٠

حج کا احرام باندھنے سے پہلے (ان روزوں کو رکھے)، خواہ اس نے عمرہ کے احرام کے بعد طوافِ عمرہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ کیونکہ احرامِ عمرہ، احرامِ حج کے وجود کا سبب ہے، لہٰذا سبب موجود ہونے کے بعد روزوں میں جلدی کرنا شمار ہوگا، اس لیے یہ جائز ہے۔ لیکن عمرہ کے وجود سے پہلے چونکہ سبب موجود نہیں ہوتا، اس لیے روزے رکھنا کافی نہیں ہوتا۔

اور علامہ برہان الدین ابو بکر بن علی مرغینانی حنفی اور علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: (وإن صامَها بمكّة (بعد ما أحرمَ بالعمرة قبل أن يطوف جاز (ولنا أنّه) أي أن المتمتّع (أدّاه) أي أدى الصومَ (بعد انعقاد سببِه) لأنّ السبب ما ذكره اللهُ تعالى وهو التمتُّع بالعمرة إلى الحجّ؛ لأنّه طريقٌ يتوصَّل به إلى التمتُّع وأداءُ المسبَّب بعد تحقُّق السبب جائزٌ.[80]

یعنی، اگر متمتع نے مکہ مکرمہ میں احرامِ عمرہ باندھنے کے بعد طوافِ عمرہ سے پہلے تین روزے رکھے تو یہ جائز ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ متمتع نے روزے اس کے سبب منعقد ہونے کے بعد رکھے ہیں، کیونکہ وہ سبب جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، عمرہ کو حج کے ساتھ ملانا ہے، اور یہی طریقہ ہے جس سے تمتُّع حاصل کیا جاتا ہے۔ اس لیے سبب کے متحقّق ہونے کے بعد مسبَّب (حکم) کو ادا کرنا جائز ہے۔

اور علامہ ابو بکر بن علی حدادی حنفی لکھتے ہیں: فإن صامَها بعد إحرام العُمرة قبل أن يطوفَ لها جازَ.[81]

80... الهداية وشرحه البناية، كتاب الحج، باب التمتع، ٤/ ٣٠٥

81... الجوهرة النيرة، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: فإن لم يجد صام ثلاثة أيام إلخ، ١/ ٣٩٦

یعنی، اگر متمتع نے احرامِ عمرہ باندھنے کے بعد اور طوافِ عمرہ سے پہلے تین روزے رکھے تو یہ جائز ہے۔

اور قاضی عید بن محمد انصاری حنفی لکھتے ہیں: ولو أحرم ثم صامَ قبل أن يطوفَ صحّ لأنّه أدّى بعد السببِ.[82]

یعنی، اگر متمتع (عمرہ کا) احرام باندھے پھر طواف سے پہلے روزے رکھے تو صحیح ہے، کیونکہ اس نے سبب (متحقّق ہونے کے) کے بعد روزے رکھے ہیں۔

اور علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ اور علامہ محمد بن ولی بن رسول اِزمیری حنفی متوفی ۱۱۶۵ھ لکھتے ہیں: (جاز صوم الثلاثة قبلَ طوافِها) أى العمرة، وَلَو فِي شَوّالٍ بعدَ الإِحْرَامِ بهَا) أى بالعمرة (لَا قبلَهُ) أى قبل إحرام العمرة؛ لأنّ سبب وجوبِ هذا الصوم التمتُّع؛ لأنّه بدل عن الهدى، وهو فى هذه الحالة غير متمتع، فلا يجوز أداؤه قبل وجود سببه.[83]

یعنی، تین روزے طوافِ عمرہ سے پہلے رکھنا جائز ہے، خواہ یہ شوال کے مہینے میں احرامِ عمرہ کے بعد ہوں نہ کہ احرامِ عمرہ سے پہلے؛ کیونکہ ان روزوں کے واجب ہونے کا سبب حجِ تمتُّع ہے، اور یہ روزے قربانی کے جانور کا بدل ہیں۔ اور اس حالت میں وہ متمتع نہیں، لہٰذا یہ روزے ان کا سبب پائے جانے سے پہلے کافی نہیں ہوں

82... خلاصة الناسك شرح لباب المناسك، باب فى جزاء الجنايات وكفاراتها، فصل فى أحكام الصيام فى باب الإحرام، تحت قوله: إلّا فى صوم القران الثلاثة، ق ٩٤/ أ، مخطوط مصوّر

83... ملتقى الأبحر وشرحه كمال الدّراية، كتاب الحج، باب القران والتمتع، ٢/ ٥٥٢

گے۔

اور علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی اور علامہ عبد الرحمٰن بن محمد کلیوبی حنفی لکھتے ہیں: (وجاز صومُ) الأيّام (الثّلاثة قبل طوافِها) أی العمرة (ولو) صام (فی شَوّال بعد الإحرامِ بها) أی بالعمرة.[84]

یعنی، تین دن کے روزے طوافِ عمرہ سے پہلے رکھنا جائز ہیں، چاہے یہ شوال کے مہینے میں احرامِ عمرہ باندھنے کے بعد ہوں۔

نیز فقہائے کرام نے ان روزوں کے لیے احرامِ عمرہ کو شرط قرار دینے کے لیے "بعدَ إحرامِ العُمرة" اور اس جیسے دیگر الفاظ استعمال کیے ہیں نہ کہ "فی إحرامِ العُمرة" جیسا کہ آپ اُوپر ملاحظہ کر چکے، یہ تعبیرات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ روزے عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد رکھنا تو ضروری ہیں، لیکن احرام کی حالت میں رکھنا ضروری نہیں۔

لہٰذا جب اس شخص نے تمتُّع کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھ لیا، تو سببِ وجوب متحقّق ہو گیا، اب اگرچہ وہ احرام سے فارغ ہو چکا ہے، تب بھی حج سے پہلے تین روزے رکھ سکتا ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱/ ذو الحجة، ۱٤٤٧ھ، ۱۸/ مئی، ۲۰۲٦م

حج سے پہلے ایک ساتھ دس روزے رکھنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں

84... ملتقى الأبحر وشرحه مجمع الأنهر، كتاب الحج، باب القران والتمتع، ۱/ ٤٢٧

کہ قربانی کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں حج کے بعد رکھے جانے والے سات روزے، اگر دس ذوالحجہ سے پہلے ہی رکھ لیے جائیں، یعنی پورے دس روزے ایک ساتھ پہلے ہی رکھ لیے جائیں، تو کیا اس کی اجازت ہے؟ (سائل: شہزاد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں ایسا کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ ان سات روزوں کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ ایّامِ تشریق کے بعد رکھے جائیں، لہٰذا دس ذوالحجہ سے پہلے سات روزے رکھ لینے سے یہ سات روزے ادا نہیں ہوں گے، بلکہ انہیں افعالِ حج اور ایّامِ تشریق کے بعد دوبارہ رکھنا لازم ہو گا۔

چنانچہ علامہ ظہیر الدین محمد بن احمد بخاری حنفی متوفی ۶۱۹ھ[85] اور ان کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت[86] نے لکھا ہے: يصومُ سبعةَ أيّامٍ بعدَ ما مَضَتْ أيّامُ التَّشريقِ.

یعنی، وہ سات روزے ایامِ تشریق گزر جانے کے بعد رکھے۔

اور قاضی شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد طرابلسی حنفی متوفی ۷۹۹ھ لکھتے ہیں: يصومُ سبعة أيّامٍ إذا رجع إلى أهلِه وإن صام السبعةَ بمكة بعد فراغِه من الحجّ ومُضِيّ أيّام التشريق جازَ.[87]

یعنی، وہ سات روزے اپنے وطن لوٹ جانے کے بعد رکھے، اور اگر حج سے

85... الفتاوى الظهيرية، كتاب الحج، الفصل الثالث فى المتعة والقران، ق ۷۷/ ب، مخطوط مصوّر

86... الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب السابع فى القران والتمتع، ۱/ ۲۳۹

87... منهج السالك للطرابلسى، باب القران، ق ۷۰/ أ، مخطوط مصوّر

فارغ ہونے اور ایامِ تشریق گزرنے کے بعد مکہ مکرمہ ہی میں یہ سات روزے رکھ لے تو بھی جائز ہے۔

اور سات روزوں میں جو باتیں شرط ہیں اُن کے بیان میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (أن يصومَ) أي السبعة (بعد أيّام التَّشريق) أي لحُرمة الصَّوم في أيّامِه.[88]

یعنی، سات روزے ایامِ تشریق کے بعد رکھنا شرط ہے، کیونکہ ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

اور آگے لکھتے ہیں: (ويجوزُ صيام السبعةِ) أي بعد الفراغ من أفعال الحجّ فإنّه لا يجوز قبلَه بالإجماع.[89]

یعنی، سات روزے رکھنا افعالِ حج سے فارغ ہونے کے بعد جائز ہے، کیونکہ اس سے پہلے رکھنا بالاجماع جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۷/ ذو الحجة، ۱٤٤٧ھ، ۲۳/ مئی، ۲۰۲٦م

﴿حلق﴾

اِحرام سے نکلنے کے لیے مشین کے استعمال کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ

88... لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب القران، فصل في بدل الهدى إلخ، شرائط صحة صيام السبعة، ص ۳۷٦

89... لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب القران، فصل في بدل الهدى إلخ، شرائط صحة صيام السبعة، ص ۳۷٦

میں کہ ایک شخص کے بال چھوٹے تھے اور اس نے احرام سے نکلنے کے لیے مشین استعمال کی، جس سے بال بالکل صاف ہو گئے، پھر وہ اپنے وطن واپس آ گیا۔ اس صورت میں کیا وہ احرام سے نکل گیا یا نہیں؟ برائے کرم رہنمائی کریں۔

نوٹ: سائل نے سوال کے ساتھ ویڈیو بھی بھیجی ہے۔

(شہریار عطاری، نارتھ ناظم آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: آپ نے جو ویڈیو ارسال کی، فقیر نے اسے بغور دیکھا، جس سے ظاہر ہوا کہ یہ مشین بال کاٹتی ہے اور ایسے کاٹتی ہے کہ جیسے سر پر بلیڈ استعمال کیا گیا ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ استعمال کرنے کے بعد سر بالکل صاف اور چمکدار نظر آیا، یعنی بال جلد کی سطح سے بالکل زائل ہو گئے۔ لہٰذا اگر مذکور شخص نے یہی یا اس جیسی مشین استعمال کی ہے، تو احرام سے نکل گیا، کیونکہ احرام سے نکلنے کے لیے حلق لازم تھا اور یہ حاصل ہو گیا۔

چنانچہ حلق کی تعریف بیان کرتے ہوئے علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: والمرادُ بالحلق إزالةُ شَعر رُبع الرَّأس.[90]

یعنی، حلق سے مراد سر کے چوتھائی حصے کے بالوں کا زائل کرنا ہے۔

90... البحر الرائق، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: ثم احلق أو قصر والحلق أحب، ۲/ ۶۰۶

لہٰذا اس پر کفّارہ واجب نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ سر پر اُسترا پھرا لے تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔ تاہم یہ حکم ہر مشین کے بارے میں نہیں، کیونکہ مارکیٹ میں مختلف قسم کی مشینیں دستیاب ہیں۔ بعض مشینیں ایسی ہیں جن کے استعمال پر حلق کی تعریف صادق نہیں آتی، کیونکہ جلد پر کچھ بال باقی رہ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر انہیں استعمال کرکے اُسترا پھیرا جائے تو مزید بال کٹنے میں آتے ہیں، لہٰذا ایسی کوئی بھی مشین حلق کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، سوائے اس طرح کی جدید مشین کے کہ جو بالوں کو مکمل طور پر صاف کرنے والی ہو۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٢ ربیع الآخر ١٤٤٧ھ، ٢٥ ستمبر ٢٠٢٥م

حلق کروانے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ سر کا حلق کروانا سنت ہے یا مستحب؟ (سائل: محمد محسن حسن، نوشہرہ فیروز)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: سر منڈوانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول نہیں تھا، ہاں بعض حالات میں مثلاً احرام سے باہر ہونے کے موقع پر سر منڈوانا ثابت ہے۔ البتہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے، اور شریعت میں خلفائے راشدین کی سنت پر بھی سنت کا اطلاق ہوتا ہے، لہٰذا سر کا حلق کروانا سنت ہے۔

چنانچہ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ اپنی سند کے ساتھ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ» قَالَ عَلِيٌّ: فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي ثَلَاثًا، وَكَانَ يَجُزُّ شَعْرَهُ.[91]

یعنی، "جو شخص غسلِ جنابت میں ایک بال کی جگہ بے دھوئے چھوڑ دے گا اس کے ساتھ آگ سے ایسا ایسا کیا جائے گا۔" (یعنی عذاب دیا جائے گا) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے ساتھ دشمنی کر لی۔" تین بار یہی فرمایا اور آپ اپنے بال منڈوالیا کرتے تھے (تاکہ بالوں کی وجہ سے کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے)۔

اس حدیث شریف کے تحت علامہ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں: واستُدِلّ بالحديث على جواز حلق الرأسِ و جزّه لأنّه صلى الله عليه وسلم أقرّ علياً على ذلك ولأنّه من جُملة الخلفاء الرّاشدين المأمور النّاس بالاقتداء بهم والتمسُّك بسنّتهم.[92]

یعنی، اس حدیث سے سر منڈوانے اور بال کاٹنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عمل پر برقرار رکھا، اور اس لیے بھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں، جن کی اقتدا کرنے اور ان کی سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا لوگوں کو حکم دیا گیا ہے۔

91... سُنَن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب في الغسل من الجنابة، برقم: ٢٤٩، ١/ ١٢٧

92... شرح سُنَن ابن ماجة، أبواب الطهارة وسننها، باب تحت كل شعرة جنابة، تحت قوله: يجزه، ١/ ٢٠٨

اور ایک دوسری حدیث شریف کے تحت علامہ یوسف ابن عبد البرّ قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: وفي هذا الحديث دليلٌ على إباحة حَبْس الشَّعر والجُمَم والوَفَرات والحلقُ أيضا مباحٌ لأنّ الرسول ﷺ حَلَق رؤوسَ بني جعفرِ بن أبي طالبٍ بعد أن أتاه خبرُ قتلِه بثلاثة أيّام ولو لم يجزِ الحلقُ ما حلقَهم والحلقُ في الحجّ نُسُكٌ ولو كان مُثلةٌ كان كما قال مَن قال ذلك ما جاز في الحجّ ولا في غيرِه لأن رسول الله ﷺ نَهى عن المثلَة وقد أجمعَ العلماءُ في جميع الآفاقِ على إباحةِ حَبسِ الشَّعر وعلى إباحة الحِلَاق وكَفَى بهذا حُجّةً.[93]

یعنی، اس حدیث میں بال بڑھانے، زلفیں رکھنے اور بالوں کو گھنا رکھنے کے جواز کی دلیل ہے، اور سر منڈوانا بھی جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں کے سر اس وقت منڈوائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کی خبر تین دن بعد پہنچی۔ اگر سر منڈوانا جائز نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر نہ منڈواتے۔ اور حج میں سر منڈوانا ایک عبادت ہے۔ اگر سر منڈوانا مُثلہ (جسم یا اعضاء کو بگاڑنا) ہوتا، جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے، تو یہ نہ حج میں جائز ہوتا اور نہ کسی دوسرے موقع پر، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُثلہ سے منع فرمایا ہے۔ اور تمام آفاق میں علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بال بڑھانا بھی جائز ہے اور سر منڈوانا بھی جائز ہے۔ اس مسئلے میں یہی دلیل کافی ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: وفي

93... التمهيد لما في الموطّأ من المعاني والمسانيد، هشام بن عروة بن الزبير بن العوام، برقم: ۱۲۸/۹، ۱۳/ ٦٤٩

''الروضة'' للزَّنْدَوِيستي أنّ السنّة في شَعر الرأسِ إمّا الفَرقُ أو الحلقُ. وذكر الطَّحاويُّ: أن الحلق سنةٌ، ونَسَب ذلك إلى العلماء الثَّلاثةِ.[94]

یعنی، امام زندویسی کی ''روضہ'' میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ سر کے بال رکھے جائیں اوران میں مانگ نکالی جائے یا بال منڈوادئے جائیں اور سر بالکل صاف کرادیا جائے، امام طحطاوی نے بیان فرمایا ہے کہ سر منڈوانا سنت ہے اور یہ بات ائمہ ثلاثہ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: بالوں کی نسبت شرع مطہر میں صرف دو طریقے آئے ہیں: ایک یہ کہ سارے سر پر رکھیں اور مانگ نکالیں۔ یہ خاص سنت حضور سید المرسلین ﷺ کی ہے۔ حج وحجامت یعنی پچھنوں کی ضرورت کے سوا حضور ﷺ سے حلقِ شعر ثابت نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اس مدت میں صرف تین بار یعنی سال حدیبیہ وعمرۃ القضاء وحجۃ الوداع میں حلق فرمایا علی ما نقلہ علی القاری فی جمع الوسائل[95] عن بعض شراح المصابیح (جیسا کہ ملا علی قاری نے مصابیح کے بعض شارحین سے جمع الوسائل میں نقل کیا ہے۔)

دوسرے یہ کہ سارا سر منڈائیں یہ حضرت سیّدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عادت تھی وہ جناب بخوفِ جنابت کہ مبادا نہانے میں کوئی بال پانی پہنچے سے باقی نہ رہ جائے

94... رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، تحت قوله: وأما حلق رأسه، ٩/ ٦٧٤

95... جمع الوسائل فى شرح الشمائل، باب ما جاء فى شعر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، تحت قوله: قالت رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ضفائر أربع، ١/ ١/ ٩٩

حلق فرمایا کرتے ان کے سوا جتنے طریقے ہیں سب خلاف سنت۔[96]

ایک اور مقام پر امام اہلسنت لکھتے ہیں: حضورِ اقدس ﷺ کی عادت عالیہ اپنے پورے سر مبارک پر بال رکھنے کی تھی اور یہ کیفیت کان سے کندھوں تک ہوتی، لہذا بغیر حج کبھی سر منڈوانا ثابت نہیں البتہ مومنوں کے امیر حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم ہمیشہ بال منڈواتے اس وجہ سے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں تک پانی نہ پہنچے، اور فرمایا کرتے یہی وجہ ہے کہ میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں، اسی وجہ میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بال رکھنے کا مخالف ہوں، اور خلفائے راشدین کی سنت بھی درجہ سنت رکھتی ہے لہذا جو بھی اپنے حال کے مناسب سمجھے وہی روش اختیار کرے۔[97]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۱/ ربیع الآخر، ۱٤٤۸ھ-۲۳/ سبتمبر، ۲۰۲٦م

﴿حج۔مسائل عامہ﴾

میقات کے اندر شوال کا چاند دیکھنے سے فرضیتِ حج کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ یکم شوال کو حدودِ میقات میں رہنے والے پر حج فرض ہو جاتا ہے، اگر اس سے پہلے حج نہ کیا ہو؟ (سائل: عبد المصطفیٰ، بہادر آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں دَورِ حاضر کے پیشِ نظر فرضیتِ حج کی بنیادی شرائط کے ساتھ ساتھ ان دو شرائط کا پایا جانا بھی ضروری

96... فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ۲۲/ ۵۷۷

97... فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ۲۲/ ٦۹۰

ہے، پہلی یہ کہ مالی استطاعت (زادِراہ و نفقہ عیال) موجود ہو، اور دوسری حکومتی اجازت (حج ویزا/پرمٹ) موجود ہو۔ جو شخص حدودِ حرم میں ہو اور اس کے پاس ایام حج تک ٹھہرنے اور کھانے پینے کی استطاعت و اہل وعیال کے نفقہ پر قدرت نہ ہو خواہ حج کا ویزا موجود ہو یا نہ ہو تو حج فرض نہیں کہ استطاعت اور نفقہ شرطِ وجوب ہے۔ اور اگر غنی ہو لیکن حج کا ویزا نہیں تو شرائط پائے جانے کی وجہ سے اس پر حج کی ادائیگی واجب ہو گی لیکن وہ مُحصَر (جسے روک دیا گیا) کے حکم میں ہو گا۔ یعنی اگر ویزا نہ ہونے کی صورت میں اس سال حج نہ کر سکا تو گناہگار نہ ہو گا البتہ آئندہ سال حج کی ادائیگی لازم ہو گی۔

جیسا کہ امام ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: جَاءَ رَجُلٌ إلى النبيِّ ﷺ، فقال: يا رَسولَ اللهِ ما يُوجِبُ الحَجَّ؟ قال: "الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ" قال أبو عيسى :هذا حديثٌ حَسَن والعملُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ العلمِ؛ أَنَّ الرَّجُلَ إذا مَلكَ زَادًا وَرَاحِلةً، وَجبَ عَلَيْهِ الحَجُّ.[98]

یعنی، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے حضور حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: زادراہ (سفر کا خرچ) اور سواری۔

اور حج فرض ہونے کی شرائط بیان کرتے ہوئے علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: بشرطِ حرّيّةٍ و بلوغٍ وعقلٍ وصحةٍ

98... سُنَن الترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی إیجاب الحج إلخ، برقم: ۸۱۳، ۲/ ۶

و قدرةِ زادٍ وراحلةٍ فَضلت عن مَسكنِه، وعَن ما لا بدّ منه ونفَقةِ ذهابِه وإيابِه وعِيالِه.[99]

یعنی، حج فرض ہونے کے لیے شرط ہے کہ آدمی آزاد، بالغ، عاقل اور تندرست ہو، نیز اس کے پاس اپنے رہنے کے مکان اور ضروری سامان سے زائد اتنا مال ہو کہ حج پر جانے اور واپس آنے کا خرچ اور اپنی غیر موجودگی میں اہل وعیال کے اخراجات بھی پورے ہو سکیں۔

اور کتنا مال ہونے کی صورت میں حج کی ادائیگی فرض ہو گی، اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند نے لکھا ہے: إن كان الرجل تاجراً يعيشُ بالتّجارة فمَلك مالًا مقدار ما لو رفعَ منه الزّاد والرّاحِلة لذهابِه وإيابه ونفقة أولادِه وعياله من وقتِ خُروجه إلى وقت رُجوعه ويبقى له بعد رجوعه رأس مالِ التجارة الّتي كان يتجرُ بها كان عليه الحجّ، وإلّا فلا، وإن كان محترفًا يشترط لوُجوب الحجّ أن يملك الزّاد والراحلة ذهابًا وإيابًا ونفقة عياله وأولادِه من وقت خروجه إلى رجوعِه ويَبقى له آلات حرفتِه، وإن كان صاحب ضيعة إن كان له مِن الضياع ما لو باع مقدار ما يكفِي الزّاد والرّاحلة ذاهبًا وجائيًا ونفقة عياله وأولاده ويبقى له من الضّيعة قدر ما يعيش بغلّة الباقي يفترضُ عليه الحجّ، وإلّا فلا.[100]

یعنی، اگر کوئی شخص تاجر ہے اور تجارت کے ذریعے اپنی روزی کماتا ہے، تو اس پر حج اس وقت فرض ہو گا جب اس کے پاس اتنا مال ہو کہ سفر حج پر جانے اور

99۔ كنز الدقائق، كتاب الحج، ص ٢٢٦

100۔ الفتاوى الهندية، كتاب الحج، باب الأول فى تفسير الحج إلخ، ١/ ٢١٨

واپس آنے کے اخراجات، زادِ راہ، اور اس کی غیر موجودگی میں اس کے بیوی بچوں اور اہل و عیال کے اخراجات نکالنے کے بعد بھی اس کے پاس اتنا سرمایہ باقی رہے جس سے وہ واپس آکر اپنی تجارت دوبارہ شروع کر سکے۔ اگر اتنا مال باقی نہ بچے تو اس پر حج فرض نہیں ہو گا۔ اور اگر کوئی شخص کسی ہنر یا پیشے سے روزی کماتا ہے، تو اس پر حج اسی وقت فرض ہو گا جب اس کے پاس حج کے سفر کے تمام اخراجات، آنے جانے کا خرچ، اہل و عیال کی کفالت، اور اس کے پیشے کے ضروری اوزار یا آلات بھی محفوظ رہیں۔ اور اگر کوئی شخص زمین یا باغات کا مالک ہے، تو اگر اس کے پاس اتنی جائیداد ہو کہ اس میں سے کچھ حصہ بیچ کر حج کے آنے جانے کے اخراجات اور اپنے اہل و عیال کا خرچ پورا کر سکے، اور اس کے بعد بھی اتنی زمین باقی رہے جس کی آمدنی سے اس کی گزر بسر ہوتی رہے، تو اس پر حج فرض ہو گا۔ ورنہ حج فرض نہیں ہو گا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: إنّه لا يجب إلا بِمِلْكِ الزادِ وملكِ أجْرَة الراحِلة.[101]

یعنی، حج اسی شخص پر فرض ہوتا ہے جو زادِ راہ اور سواری کے کرایہ کا مالک ہو۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: مال جملہ حاجات سے فاضل، جانے آنے کے قابل باتفاق فقہائے کرام شرط وجوب ہے کہ بے اس کے حج واجب ہی نہیں ہوتا۔[102]

101۔ رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، مطلب فی من حج بمال حرام، تحت قوله: ذی زاد وراحلة، ۳/ ۵۲۴

102۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، شرائطِ حج، ۱۰/ ۶۹۹

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: سفر خرچ اور سواری پر قادر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ چیزیں اُس کی حاجت سے فاضل ہوں یعنی مکان و لباس و خادم اور سواری کا جانور اور پیشہ کے اوزار اور خانہ داری کے سامان اور دَین سے اتنا زائد ہو کہ سواری پر مکہ معظّمہ جائے اور وہاں سے سواری پر واپس آئے اور جانے سے واپسی تک عیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لیے کافی مال چھوڑ جائے اور جانے آنے میں اپنے نفقہ اور گھر اہل و عیال کے نفقہ میں قدرِ متوسط کا اعتبار ہے نہ کمی ہو نہ اِسراف۔ عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اُس پر واجب ہے، یہ ضروری نہیں کہ آنے کے بعد بھی وہاں اور یہاں کے خرچ کے بعد کچھ باقی بچے۔[103]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱/ جمادی الأولیٰ، ۱٤٤۸ھ، ۱۳/ اکتوبر، ۲۰۲٦م

﴿متفرقات-نماز﴾

فلائٹ کی مجبوری سے جمعہ چھوڑنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس جمعہ کو ایک شخص عمرہ پر جانے والا ہے فلائٹ 1:35 پر ہے، ایک دو گھنٹے پہلے اندر جانا ہوتا ہے، تو اس صورت میں جمعہ کی نماز کا کیا کریں؟ اور 12 دن مکہ میں رہیں گے اور 8 دن مدینہ میں تو کیا دونوں جگہ قصر نماز پڑھنی ہوگی؟

(سائل: محمد بلال، جمشید روڈ، کراچی)

103... بہار شریعت، حج کا بیان، حج واجب ہونے کے شرائط، ۱/۶/۱۰۳۹، ۱۰۴۰

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: (1) اصل حکم یہ ہے کہ جمعہ کا وقت شروع ہونے کے بعد بلا عُذر جمعہ پڑھے بغیر سفر شروع کرنا جائز نہیں۔ تاہم مذکورہ صورت میں واقعی عُذر اور مجبوری ہے، اس لیے ظہر کی نماز ادا کر کے سفر کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ علامہ ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد بخاری حنفی متوفی ۶۱۹ھ[104] اور علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ[105] لکھتے ہیں اور ان کے حوالے سے علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ[106] اور علامہ عبد الغنی میدانی حنفی متوفی ۱۲۹۸ھ[107] لکھتے ہیں: يُكره السَّفرُ بعد الزَّوال يومَ الجمعة قبل أن يُصلِّيَها، ولا يكره قبل الزَّوال لعَدم وجوبِها قبله وتوجُّه الخطابُ بالسَّعي إليها بعدَه هذا هو الصّحيحُ.

یعنی، جمعہ کے دن زوال کے بعد نماز جمعہ پڑھنے سے پہلے سفر کرنا مکروہ ہے، اور زوال سے پہلے مکروہ نہیں؛ کیونکہ اس سے پہلے جمعہ واجب نہیں ہوتا، اور جمعہ کے لیے سعی (جانے) کا حکم زوال کے بعد متوجہ ہوتا ہے، یہی صحیح قول ہے۔

اس کے تحت علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: قلتُ: وينبغي أن يُستَثنَى ما إذا كانت تفوتُه رُفقَتُه لو صلّاها ولا يُمكِنه

104۔ الفتاوى الظهيرية، كتاب الصلاة، الباب السادس فى الجمعة والعيدين إلخ، ق ۳۷/ ب، مخطوط مصوّر

105۔ غنية المستملي، كتاب الصلاة، فصل فى صلاة الجمعة، البحث الثالث فى مسائل متفرقة، ص ٤٨٦

106۔ الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، تحت قوله: خروج، ص ١١١

107۔ اللباب فى شرح الكتاب، باب صلاة الجمعة، فصل من لا تجب عليه الجمعة، تحت قوله: فإذا فرغ من خطبته إلخ، ١/ ١/ ١١٧

الذَّهابُ وحدَه تأمَّل.[108]

یعنی، میں کہتا ہوں: چاہیے کہ اس کا استثناء کیا جائے اگر وہ جمعہ پڑھے تو اس کا قافلہ نکل جائے اور اس کا تنہا جانا ممکن نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ عُذر کی بنا پر زوال کے بعد جمعہ ادا کیے بغیر سفر کرنا جائز ہے، اور سوال میں مذکورہ صورت بھی اسی نوعیت کی ہے، کیونکہ اگر جمعہ ادا کرے گا تو فلائٹ فوت ہونے اور دیگر مشکلات پیش آنے کا غالب اندیشہ ہے، جس سے شدید حرج اور نقصان لازم آئے گا۔

(2) دونوں مقامات پر قصر کریں گے، کیونکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ دو الگ الگ مقامات ہیں، جبکہ مقیم ہونے کے لیے کسی ایک مقام پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ اقامت کی نیت شرط ہے۔

چنانچہ علامہ طاہر بن عبد الرشید حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں: ولو نوى الإقامةَ بموضعَين خمسةَ عشرَ يوماً لا يَصيرُ مُقِيماً. (خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ۱/ ۱/ ۱۹۹)

یعنی، اگر دو جگہ پندرہ دن اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہو گا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ محرم ۱٤٤۸ھ، ۲۳ جون ۲۰۲٦م

108... رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب: فى حكم المرقى بين يدى الخطيب، ۳/ ٤٤

﴿متفرقات۔متفرق﴾

ایامِ حج کی تنخواہ کا حکم

الإستفتاء: یاسیّدی آپ کی بارگاہ میں ایک سوال عرض تھا کہ اگر کوئی امام صاحب حج پر گئے ہیں اور حج ان پر فرض نہیں تھا لیکن کسی کے ذریعے سے ترکیب بنی تو انہوں نے حج کیا اور اس میں اپنے حج فرض کی نیت کی تو ان کا حج فرض ادا ہو جائے گا اور دوسرا سوال یہ تھا کہ دوران حج جو ان کی غیر حاضری ہوئی مسجد سے 40 دن 42 دن تو کیا اس کی مکمل یا آدھی تنخواہ کے وہ حقدار قرار پائیں گے؟ برائے کرم اس کا جواب ارشاد فرما دیجیے۔

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: (1) صورتِ مسئولہ میں اگرچہ اس پر حج فرض نہ تھا مگر ادا کرے گا تو اس کا فرض حج ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ مُلّا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: السادس: الاستطاعةُ وهی شرطُ الوجوب لا شرطُ الجواز والوقوعِ عن الفرض، حتّی لو تكلّف الفقيرُ وحجّ ونَوَى حجَّ الفرض أو أطْلَقَ، جاز له وسَقط عنه فرضُه.[109]

یعنی، چھٹی شرط استطاعت ہے اور یہ وُجوب کی شرط ہے، جواز اور حج کے فرض واقع ہونے کی شرط نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر فقیر تکلُّف کرے اور حج کر لے اور فرض حج کی نیت کرے یا مطلق حج کی نیت کرے تو اسے جائز ہے اور اس کا فرض اس سے ساقط ہو جائے گا۔

109۔ المسلكُ المتقسّط فی المنسَك المتوسّط، باب شرائط الحجّ، النّوع الأول: شرائط الوجوب، ص ۵۵

اسی طرح شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے "حیات القلوب"[110] میں لکھا ہے۔

(2) امام صاحب پوری تنخواہ کے مستحق ہوں گے؛ کیونکہ موجودہ زمانے میں عام طور پر دینی ودنیوی اِداروں اور مساجد وغیرہ میں فرض حج کے لیے غیر حاضری کے ایّام کی کٹوتی نہیں کی جاتی، بلکہ پوری تنخواہ کے ساتھ رُخصت دینے کا عُرف پایا جاتا ہے۔ اور جب اس پر عُرف ہے تو شرعاً ان دنوں کی تنخواہ ملنا امام صاحب کے اجارے میں شامل ہی مانا جائے گا۔

جس طرح ہمارے ہاں دورانِ ڈیوٹی نماز کی ادائیگی میں صَرف ہونے والے وقت کے عوض تنخواہ میں کوئی کٹوتی نہیں کی جاتی، بلکہ ملازم اس وقت کی تنخواہ کا بھی مستحق ہوتا ہے۔

اسی طرح اَجیر خاص مثلاً اسکولوں، کالجوں اور مدارس کے مدرّسین ایّامِ تعطیلات (جیسے اتوار، عیدین اور نو، دس مُحرم وغیرہ کی چھٹیوں) کی تنخواہ کے بھی مستحق ہوتے ہیں۔ نیز مدرّسین، ائمّہ، مُؤذّنین اور خُدّام وغیرہ کو اِدارے یا انتظامیہ کی جانب سے معاہدے یا ضابطے کے مطابق ماہانہ (جیسے ایک دو دن) یا سالانہ بنیاد پر (جیسے بہت سی کمپنیوں میں ایک ماہ کی) طے شُدہ چھٹیاں مکمل تنخواہ کے ساتھ دی جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی درسِ نظامی کا مُدرِّس ہو، تو اسے پورے ماہِ رمضان کی تعطیلات بھی مع تنخواہ دی جاتی ہیں۔ یہ تمام اُمور عُرف کی بنیاد پر رائج اور معمول بہ ہیں۔ اور عُرف شریعت میں حُجّت ہے، بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کے خلاف نہ ہو۔

110... حیات القلوب، فصل دویم در بیان شرائط حج، نوع اول در ذکر شرائط وجوب حج، ص ۲۵

چنانچہ علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

والعُرف فی الشَّرع له اعتبار لِذا علیه الحکمُ قَد یُدَار.[111]

یعنی، شریعت میں عُرف کا اعتبار ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات حکم کا دار و مدار اسی پر رکھا جاتا ہے۔

اور علامہ غیاث الدین ابو محمد غانم بغدادی حنفی متوفی بعد سنۃ ۱۰۳۷ھ[112] اور علامہ ابن عابدین شامی حنفی[113] لکھتے ہیں: المعروفُ کالمشروطِ.

یعنی، معروف مشروط کی طرح ہے۔

اور علامہ ابو الرجاء نجم الدین مختار بن محمود زاہدی حنفی متوفی ۶۵۸ھ[114] اپنے زمانے کے عُرف کے اعتبار سے امام کی چھٹیوں کے بارے میں لکھتے ہیں اور ان کے حوالے سے علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ[115] اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ[116] اور علامہ ابن عابدین شامی حنفی[117] نقل کرتے ہیں: إمامٌ یَترکُ الإمامةَ لزیارة أقربائِه في الرَّساتیق أسبوعًا أو نحوَه أو لمصیبةٍ أو لاستِراحةٍ

111... منظومة عقود رسم المفتی مع شرحه ص ٤٦

112... مجمع الضمانات، القسم الثانی فی الأجیر، النّوع الأوّل ضمان الراعی والبقّار، ص ٥٨

113... رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب: مسألة دراهم النقش والختام ولفافة إلخ، ٤/ ٢٦٤

114... القنیة المنیة، کتاب الصلاة، باب الإمامة، ص ٦٧، مخطوط مصوّر

115... غنیة المستملی، کتاب الصلاة، مسائل شتی، ص ٥٣٤

116... الأشباه والنظائر، الفنّ الأوّل: القواعد الکلیة، القاعدة السادسة: العادة محکمة، حکم البطالة فی المدارس ومسامحة الإمام، ص ٩٦

117... رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب: فیما إذا قبض المعلوم وغاب قبل تمام السنة، ٦/ ٦٤١

لا بأس به ومثلُه عَفوٌ في العادة والشَّرع.

یعنی، اگر امام دیہات میں رہنے والے اپنے رشتہ داروں کی ملاقات کے لیے یا کسی مصیبت کی وجہ سے یا آرام و راحت کی غرض سے (پورے سال میں جیسا کہ علامہ حلبی کی "شرح منیہ"[118] میں ہے) ایک ہفتہ یا اس کے قریب مدت تک امامت ترک کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور اتنی مدت کی غیر حاضری شرعاً اور عُرفاً معاف ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ[119] لکھتے ہیں اور ان کے حوالے سے علامہ ابن عابدین شامی حنفی[120] نقل کرتے ہیں: البَطالَةُ في المدارس، كأيّام الأعيادِ ويومِ عاشُوراءَ، وشَهرِ رمضانَ في دَرس الفِقه لم أرَها صريحةً في كلامهم. والمسألةُ على وَجهَينِ: فإن كانت مشروطةً لم يَسقُط من المعلوم شيءٌ، وإلّا فينبغي أن يَلحَق ببطالة القاضي، وقد اختلفوا في أخذِ القاضي ما رُتِّب له من بيتِ المال في يومِ بطالته، فقال في "المحيط": إنّه يأخذُ في يوم البطالة؛ لأنّه يستريحُ لليوم الثّاني. وقيل: لا يأخذ (انتهى). وفي "المنيَة": القاضي يستحقّ الكفايةَ من بيت المال في يوم البطالة في الأصحّ، واختارهُ في "منظومة ابن وهبان"[121]، وقال: إنّه الأظهرُ فينبغي أن يكون

118... غنية المستملي، كتاب الصلاة، مسائل شتى، ص ٥٣٤

119... الأشباه والنظائر، الفنّ الأوّل: القواعد الكلية، القاعدة السادسة: العادة محكمة، حكم البطالة فى المدارس ومسامحة الإمام، ص ٩٥

120... رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب: فى استحقاق القاضى والمدرس الوظيفة إلخ، ٦/ ٥٧٠

121... المنظومة الوهبانية على هامش المنظومة المحبية، فصل من كتاب أدب القاضى، ص ٥٤

كذلك في المدارس.

یعنی، مدارس میں فقہ کی تعلیم کے سلسلے میں عیدوں کے دنوں، یوم عاشوراء اور ماہِ رمضان کی تعطیلات کے بارے میں مجھے فقہاء کے کلام میں کوئی تصریح نہیں ملی۔ اس مسئلے کی دو صورتیں ہیں: اگر یہ تعطیلات معاہدے میں شرط کے طور پر شامل ہوں تو مقررہ مشاہرہ (وظیفہ) میں سے کچھ بھی ساقط نہیں ہوگا۔ اور اگر شرط نہ ہو تو اس کا حکم قاضی کی تعطیلات کے حکم جیسا ہونا چاہیے۔ اور فقہاء کا قاضی کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ بیت المال سے اپنے لیے مقرر کردہ وظیفہ تعطیل کے دنوں میں بھی وصول کرنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ ''محیط'' میں ہے کہ قاضی تعطیل کے دن کا وظیفہ بھی لے گا، کیونکہ وہ دوسرے دن کے لیے آرام کرتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اس دن کا وظیفہ نہیں لے گا۔ ''منیہ'' میں ہے کہ اصح قول کے مطابق قاضی تعطیل کے دن بھی بیت المال سے بقدرِ کفایت وظیفہ پانے کا مستحق ہے۔ ''منظومۂ ابنِ وہبان'' میں بھی اسی قول کو اختیار کیا اور کہا کہ یہی زیادہ ظاہر (راجح) ہے۔ لہٰذا مدارس کے بارے میں بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔

اور دوسرے مقام پر علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: فحيثُ كانت البطالةُ معروفةً في يوم الثُّلاثاء والجمعة وفي رمضانَ والعيدين يحلُّ الأخذُ.[122]

یعنی، جہاں منگل، جمعہ، رمضان اور عیدین میں تعطیل مروّج ہو تو وہاں ان دنوں کی تنخواہ لینا جائز ہے۔

122۔ رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب: في استحقاق القاضي والمدرس الوظيفة إلخ، تحت قوله: و ينبغي إلحاقه ببطالة القاضي إلخ، ٦/ ٥٧١

اور امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: مدرّسین وامثالہم اجیر خاص ہیں، اور اجیر خاص پر وقت مقررہ معہود میں تسلیم نفس لازم ہے، اور اسی سے وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے ہاں معمولی تعطیلیں مثلاً جمعہ، وعیدین ورمضان المبارک کی، یا جہاں مدارس میں سہ شنبہ کی چھٹی بھی معمول ہے، وہاں یہ بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کہ ان ایام میں بے تسلیم نفس بھی مستحق تنخواہ ہے۔[123]

البتہ حج بدل، نفل حج اور عمرے اور بغداد شریف کی حاضری کا حکم اس سے مختلف ہے؛ ان کی وجہ سے غیر حاضری کے ایام کی تنخواہ میں کٹوتی کی جائے گی، اس لیے کہ یہ تمام اُمور نفلی ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جس طرح ملازم کو دورانِ ڈیوٹی نوافل پڑھنا جائز نہیں؛ اگر پڑھے گا تو اتنے وقت کی اُجرت کا شرعاً مستحق نہیں ہو گا، اسے وضع کیا (کاٹا) جائے گا۔ چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: (وليس للخاصِّ أن يعملَ لغيره) بل ولا أن يُصلِّي النَّافلةَ.[124]

یعنی، اور اجیر خاص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مستأجِر (جس نے اسے ملازم رکھا ہے) کے علاوہ کسی دوسرے کا کام کرے، بلکہ (ملازمت کے اس وقت میں) نفل نماز بھی نہ پڑھے۔

مذکورہ مسئلہ میں سوال میں ذِکر کردہ شخص پر حج فرض نہیں تھا مگر جب اُس

123... فتاویٰ رضویہ، کتاب الاجارۃ، ۱۹/۵۰۶

124... الدر المختار وشرحه رد المحتار، كتاب الإجارة، مطلب: ليس للأجير الخاص أن يصلي النافلة، ۹/۱۱۸

نے حج ادا کیا تو اس کا حج فرض سے واقع ہوا، اسی لیے وہ چھٹی کے ایام میں تنخواہ کا حقدار قرار پایا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

حاجی کی واپسی کے بعد چالیس دن تک دعا کی قبولیت

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کسی حدیث سے ثابت ہے کہ حاجی جب گھر لوٹ آئے تو اس کی چالیس دن تک دعا قبول ہوتی ہے؟ بیّنوا توجروا

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جی ہاں، یہ مضمون حدیث شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ امام عزّ الدین بن جماعہ کِنانی شافعی متوفی ۷۶۷ھ نقل کرتے ہیں:

عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم أنہ قال: ''يُسْتَجَابُ لِلْحَاجِّ مِنْ حِينَ يَدْخُلُ مَكَّةَ إِلَى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَفَضْلُ أَرْبَعِينَ يَوْمًا''.[125]

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاجی کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے لے کر اپنے اہلِ خانہ کی طرف واپس لوٹنے تک اس کی دعا قبول کی جاتی ہے، اور چالیس دن مزید۔

علامہ کِنانی شافعی نے اگرچہ اس حدیث کی سند نقل نہیں کی، مگر چونکہ آپ کا شمار مستند فقہاء ومُحدِّثین میں ہوتا ہے، اسی وجہ سے علماء نے آپ کو حافظ الحدیث، قاضی القُضَاۃ وغیرہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔

125... هداية السّالك إلى المذاهب الأربعة فی المناسك، الباب الأول: فی الفضائل، دعاء الحاج واستغاره مقبولان، ۱/ ۱۶

چنانچہ علامہ جمال الدین عبد الرحیم اِسْنَوی متوفی ۷۷۲ھ لکھتے ہیں: نَشأ في العلم والدّين، ومحبَّةِ أهل الخَيرِ، ودرّس وأفتى، وصنّف تصانيفَ كثيرةً حسَنَةً، خطَب بالجامع الجديدِ بمِصرَ، وتَولّى الوكالةَ الخاصّةَ والعامّةَ، والنّظَرَ على أوقافٍ كثيرةٍ، ثمّ تولّى قضاءَ القُضاةِ بالدِّيار المِصريَّة، وألقى اللهُ تعالى في نفسه كراهةَ المنصِب، فاستَعفَى منه، وعادَ إلى مَكّة، مَرِض وتُوُفِّيَ.[126]

یعنی، علامہ کِنانی شافعی نے علم و دین اور اہلِ خیر کی محبت میں نشوونُما پائی۔ آپ نے درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دیں اور بہت سی عمدہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ نے مصر کی جامع جدید میں خطابت کے فرائض انجام دیے۔ آپ کو وکالتِ خاصّہ و عامّہ کا منصب سونپا گیا اور بہت سے اوقاف کی نگرانی بھی آپ کے سپرد کی گئی۔ پھر آپ کو دیارِ مصر میں قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں اس منصب سے بے رغبتی پیدا فرما دی، چنانچہ آپ نے اس منصب سے استعفا دے دیا اور واپس مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔ وہاں آپ بیمار ہوئے اور اسی بیماری کی حالت میں وفات پا گئے۔

اور علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: الحافِظ الإمام قَاضِي الْقُضَاة عِزّ الدّين أبُو عمر عبد العَزيز صنّف تَخْرِيج أَحَادِيث الرَّافِعِيّ والمناسك الْكُبْرَى وَالصُّغْرَى، وَولي قَضاء الدّيار المصريّة وتدريس الخشابيةِ، أثنى عليه الْإِسْنَوِيّ فِي الطَّبَقَات وَكَانَ قصير الباع في الفِقه وهو في الحديث

126۔ طبقات الشافعية للاسنوی، باب الجيم، الفصل الثانی فی الأسماء الزائدة علی الكتابين، برقم: ۳۵۳، ۱/ ۱۸۷، ۱۸۸

أمثل منهُ فيه، أخذ عنهُ العِراقِيّ ووَصفه بالحِفظ.[127]

یعنی: حافظ، امام، قاضی القُضاۃ، عزّ الدین ابو عمر عبد العزیز نے "تخریج احادیث الرافعی"، "المناسک الکبریٰ" اور "المناسک الصغریٰ" تصنیف فرمائیں۔ آپ کو دیارِ مصر کی قضا اور خشابیہ کی تدریس کا منصب سونپا گیا۔ علامہ اسنوی نے اپنی کتاب "طبقات الشافعیہ" میں آپ کی تعریف کی ہے۔ آپ فقہ کے مقابلے میں حدیث میں زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ امام عراقی نے آپ سے اِستفادہ کیا اور آپ کو حافظِ حدیث قرار دیا۔

اور ایسے ائمّہ جب کسی حدیث کو بلاسند ذکر کریں اور کوئی مانعِ شرعی نہ ہو، تو وہ حدیث "مُعضَل" کے حکم میں ہوتی ہے، جو فضائل کے باب میں بالاتفاق مقبول ہوتی ہے۔

چنانچہ علامہ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن شہرزوری متوفی ۶۴۳ھ لکھتے ہیں:

وقول المصنّفين من الفُقهاء وغيرهم: " قال رسولُ الله ﷺ كذا وكذا " ونحو ذلك، كلُّه من قَبيل المعضلِ. وسمَّاه الخطيبُ أبو بكر الحافظُ في بعض كلامه مُرسلًا، وذلك على مذهب مَن يُسمِّي كلَّ ما لا يتصلُ مرسلًا.[128]

یعنی، فقہاء اور دیگر مُصنّفین کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے یا اس طرح کے دیگر الفاظ کہنا، یہ سب حدیثِ "مُعضَل" کی قبیل سے ہے۔ اور حافظ ابو بکر خطیب نے اپنے بعض کلام میں اسے "مُرسَل" کا نام دیا ہے، یہ

127... طبقات الحفّاظ، الطبقة الثانية والعشرون، العز بن جماعة، ص ٥٣٦

128... مقدّمة ابن الصّلاح فی علوم الحديث، النوع الحادی عشر: معرفة المعضل، ص ٩٤

اس کے مذہب کے مطابق ہے جو ہر غیر متّصل روایت کا نام "مرسل" رکھتا ہے۔

اور علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں: الحديثُ الضَّعيفُ والمرسلُ والمعضلُ والمنقطعُ يعملُ به في فضائِلِ الأعمالِ اتِّفاقًا بل إجماعًا على ما فيهِ.[129]

یعنی، حدیثِ ضعیف، مُرسَل، مُعضل اور مُنقطع پر فضائلِ اعمال کے باب میں بالاتفاق عمل کیا جاسکتا ہے، بلکہ ان احادیث میں مذکور اُمور پر عمل کرنے کے سلسلے میں اجماع ہے۔

اور علامہ ابو الفرج نور الدین علی بن ابراہیم حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں:

لا يخفى أن السير تجمع الصحيح والسقيم، والضعيف والبلاغ، والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع، ومن ثم قال الزين العراقي رحمه الله:

وليعلم الطالب أن السيرا تجمع ما صح وما قد أنكرا

وقد قال الإمام أحمد بن حنبل وغيره من الأئمّة: إذا روينا في الحلال والحرام، شددنا وإذا روينا في الفضائل ونحوها تساهلنا.[130]

یعنی، یہ بات مخفی نہیں کہ کُتُبِ سِیَر موضوع روایات کے علاوہ صحیح، سقیم، ضعیف، بلاغ، مُرسَل، مُنقطع اور مُعضل روایات کو بھی جمع کر لیتی ہیں۔ اسی وجہ سے علامہ زین الدین عراقی نے فرمایا: طالبِ علم کو جان لینا چاہیے کہ کُتُبِ سِیَر صحیح اور مُنکَر روایات کو بھی جمع کر لیتی ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمّہ نے فرمایا: جب ہم حلال و حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو اس میں سختی سے کام لیتے

129۔ الفتاوى الحديثية، ص ٩٦، مطبوعة: دار الفكر، بيروت

130۔ السيرة الحلبية، المقدمة، ص ٥، ٦

ہیں، اور جب فضائل اور اس جیسی چیزوں کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو تساہل سے کام لیتے ہیں۔

اور امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: باجماع علما مُحدِّثین وفُقہا یہ سب اَنواع (مُنقطع، مُعضل وغیرہما) موضوع سے بیگانہ ہیں اور مادون الاحکام مثل فضائلِ اعمال ومناقب رِجال وسِیَر واَحوال میں سلفاً وخلفاً ماخوذ ومقبول۔[131]

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: بالفرض اگر کُتُب میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلماتِ علما میں بلاسند مذکور ہونا ہی بس ہے۔[132]

اور لکھتے ہیں: اور حدیث مرسل ومعضل باب فضائل میں بالاجماع مقبول ہے خصوصاً جبکہ ناقلین ثقات عُدول ہیں۔[133]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۷/ ربیع الأول، ۱٤٤۸ھ، ۹/ سبتمبر، ۲۰۲٦م

حاجی اور اس کی دعا سے مغفرت کے متعلق روایت کی تحقیق

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ کیا ایسی کوئی حدیث موجود ہے جس میں مذکور ہو کہ حاجی کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور ذوالحجہ کے باقی دن، مُحرّم، صفر اور ماہِ ربیع الاوّل کے ایک عشرے تک حاجی جس کے لیے دعا کرے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اس روایت کی سندی حیثیت کیا ہے؟ اور کیا اس کو فضائل میں قبول کیا جاسکتا ہے۔ (سائل: خرم ستار، کراچی)

131... فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ، ۵/ ۶۲۳

132... فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ، ۵/ ۵۵۵

133... فتاویٰ رضویہ، سیرت وفضائل وخصائص سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، ۳۰/ ۶۴۴

بإسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: یہ روایت بتحقیق "سندِ حَسَن" سے ثابت اور فضائل میں مقبول ہے۔ چنانچہ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی کوفی متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حدَّثَنَا عَبْدُ السَّلاَمِ بْنُ حَرْبٍ ، عَنْ لَيْثٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، قَالَ : قَالَ عُمَرُ : يُغْفَرُ لِلْحَاجِّ ، وَلِمَنَ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ ، بَقِيَّةَ ذِي الْحِجَّةِ ، وَالْمُحَرَّمِ ، وَصَفَراً ، وَعَشْراً مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الأَوَّلِ.[134]

یعنی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حاجی کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور ذُوالحجہ کے باقی دن، مُحرم، صفر اور ماہِ ربیع الاوّل کے ایک عشرے تک حاجی جس کے لیے دعا کرے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

اسی روایت کو علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے "المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية" میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے: قال مسدَّد ، حدثنا حمّادُ بن زيدٍ ، عن ليثِ بن أبي سُلَيمٍ عن المهاجِر إلخ.[135]

اگر یہ کہا جائے کہ اس روایت کی دونوں اسناد میں لیث بن ابی سُلَیم موجود ہیں، جن کے حافظے میں کمزوری کے باعث مُحدِّثین نے ان پر کلام کیا ہے، نیز وہ مُدلِّس بھی ہیں اور دونوں اسناد میں "عن" کے ساتھ روایت کر رہے ہیں، جبکہ پہلی سند میں مجاہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں، حالانکہ ان کی حضرت

134... المصنَّف لابن شيبة، كتاب الحج، ما قبول فی ثواب الحج، برقم: ۱۲۸۰۰، ۸/ ۲۹

135... المَطالب العَالية بزَوائد المَسانيد الثَّمانيَة، كتاب الحج، باب مشروعة ملاقاة الحاج إلخ، برقم: ۱۳۱۰، ٤/ ٥٥

عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات بھی ثابت نہیں۔

تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ بالفرض اگر ان وُجوہ کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تب بھی زیادہ سے زیادہ اس روایت کو ضعیف ہی قرار دیا جائے گا، جو فضائل کے باب میں بالاجماع مقبول ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں: الحديثُ الضَّعيفُ والمرسلُ والمعضلُ والمنقطعُ يعملُ به في فضائلِ الأعمالِ اتِّفاقًا بل إجماعًا على ما فيهِ.[136]

یعنی، حدیثِ ضعیف، مُرسل، مُعضل اور مُنقطع پر فضائلِ اعمال کے باب میں بالاتفاق عمل کیا جاسکتا ہے، بلکہ ان احادیث میں مذکور اُمور پر عمل کرنے کے سلسلے میں اجماع ہے۔

اور امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: أما الضّعفُ بغير الكذِب والتُّهمة من ضعفٍ شديدٍ يُخرجه عن حيِّز الاعتبار كفحشِ غَلَط الرّاوي فهذا يُعمَل به في الفضائل على ما يُعطيه كلامُ عامّة العلماء وهو الأقعدُ بقضيَّة الدّليل والقواعد.

یعنی، مگر کذب اور تہمتِ کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر حدیث درجۂ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے مثلاً راوی کی انتہائی فحش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے۔[137]

136... الفتاوى الحديثية، ص ٩٦، مطبوعة: دار الفكر، بيروت

137... فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ، ۵/ ۵۳۴، ۵۳۵

البتہ عند التحقیق یہ روایت ضعیف نہیں، بلکہ اس پر ہونے والے مذکورہ اعتراضات محلِّ نظر ہیں، اور یہ روایت کم از کم درجہ حَسَن پر ہے۔

کیونکہ لیث بن ابی سُلَیم "صحیح مسلم"، "سُنَن ترمذی"، "سُنَن اَبی داوٗد"، "سُنَن نسائی" اور "سُنَن ابن ماجہ" کے راوی ہیں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے "صحیح بخاری" میں ان سے تعلیقًا روایت کیا ہے۔ اگرچہ متعدّد علماء نے ان کے حافظے کے اعتبار سے کلام کیا ہے، لیکن متعدّد علماء نے ان کی تعدیل بھی کی ہے اور انہیں ثقہ، حسن الحدیث، جائز الحدیث اور صدوق قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ عجلی کوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: لیث بن أبي سُليم جائِز الحديث، وقال مرّة: لا بأسَ به.[138]

یعنی، لیث بن ابی سلیم جائز الحدیث ہیں اور ایک بار فرمایا: ان میں کوئی حرج نہیں۔

اور حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی مصری متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں: لیثُ بن أبي سليمٍ وهو حسنُ الحديث على ضَعفِه.[139]

یعنی، لیث بن ابی سلیم اپنے ضُعف کے باوجود حسن الحدیث ہیں۔

مزید لکھتے ہیں: ليث بن أبي سليمٍ، وهو ثِقةٌ ولكنه مُدَلِّسٌ اختلَط.[140]

یعنی، لیث بن ابی سلیم ثقہ ہیں، لیکن مُدلِّس ہیں اور ان کے حافظے میں اختلاط

138... تاريخ الثقات للعجلي، باب اللام، برقم: ١٤٣١، ١/ ٣٩٩

139... مجمع الزوائد، كتاب التعبير، باب فيما رأه النبي صلى الله عليه وسلم في المنام، برقم: ١١٧٤٤، ٧/ ٢٦٥

140... مجمع الزوائد، كتاب الأذكار، باب ما جاء في التسبيح والتحميد وغير ذلك، برقم: ١٦٨٧١، ١٦٨٧٤، ١٠/ ٤٢

پیدا ہو گیا تھا۔

اور علامہ نور الدین علی بن محمد ابن عراق کنانی متوفی ۹۶۳ھ لکھتے ہیں: وقد رَوى له مسلمٌ والأربعةُ وفيه ضَعفٌ يَسِيرٌ مِن سُوء حِفظه.[141]

یعنی، امام مسلم اور سُنَن اَربعہ کے مُصنّفین نے ان سے روایت کی ہے، اور ان کے سُوءِ حفظ کی وجہ سے ان میں معمولی ضُعف تھا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: وَلَيْث بن أبي سليم من رجال السُّنَن وهو كما قال الذَّهَبِيُّ فِي ''الْمُغنِي'' حسن الحديث ومِن ضعفه فإنَّما ضعَّفه لاختلاطِه.[142]

یعنی، میں کہتا ہوں کہ لیث بن ابی سلیم سُنَنِ اربعہ کے رجال میں سے ہیں، اور وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ امام ذہبی نے ''المغنی'' میں فرمایا ہے کہ وہ حسن الحدیث ہیں۔ اور جن لوگوں نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے، انہوں نے محض ان کے اختلاط کی وجہ سے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

اور امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں: قال محمَدٌ: وليثُ بنُ أبي سليمٍ صَدُوقٌ.[143]

یعنی، امام محمد (بن اسماعیل بخاری) نے فرمایا: لیث بن ابی سلیم صدوق ہیں۔

141... تنزيه الشريعة المرفوعة عن أخبار الشنيعة الموضوعة لابن عراق الكنانى، كتاب التوحيد، الفصل الثانى: ، ١/ ١٤٢

142... تنزيه الشريعة المرفوعة عن أخبار الشنيعة الموضوعة لابن عراق الكنانى، كتاب الأحكام والحدود، الفصل الثانى: ، ٢/ ٢٣٠

143... علل الترمذى الكبير، برقم: ٥٩٣، ١/ ٢٩٣

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: قال محمدٌ: ليث بنُ أبي سليم صَدُوقٌ إلّا أنّه يَغلَط.[144]

یعنی، امام محمد (بن اسماعیل بخاری) نے فرمایا: لیث بن ابی سلیم صدوق ہیں، البتہ ان سے غلطیاں ہوتی تھیں۔

ان عبارات سے یہ ثابت ہوا کہ لیث بن ابی سلیم ثقہ ہیں، البتہ اختلاط کی وجہ سے ان کے حفظ پر اعتراض کیا گیا ہے۔ اُصول یہ ہے کہ اختلاط سے قبل جن شاگردوں نے ان سے احادیث روایت کی ہیں، ان کی روایات مقبول ہوتی ہیں، جبکہ جن شاگردوں نے ان کے اختلاط کے بعد ان سے احادیث روایت کی ہیں، ان کی روایات ضعیف سمجھی جاتی ہیں۔

چنانچہ امام ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن شہر زروی متوفی ۶۴۳ھ لکھتے ہیں:

والحكمُ فيهم أنّه يُقبَل حديثُ مَن أُخِذ عنهم قبلَ الاختلاطِ، ولا يقبل حديثُ مَن أخِذ عنه بعد الاختلاط.[145]

یعنی مختلط راویوں کے بارے میں یہ حکم ہے کہ جن لوگوں نے ان سے اختلاط سے پہلے احادیث حاصل کی ہوں، ان کی روایت قبول کی جائے گی، اور جن لوگوں نے اختلاط کے بعد ان سے احادیث حاصل کی ہوں، ان کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

144۔ علل الترمذی الکبیر، أبواب المناقب، فصل قال أبو عیسی: سألت محمداً قلت إلخ، ۱/ ۳۹۰

145۔ مُقدِّمة ابن الصّلاح فی علوم الحدیث، النوع الثانی والستون: معرفة من خلط فی آخر عمره من الثقات، ص ۳٦٦

اور ہم نے جو دو سندیں پیش کی ہیں، ان میں حماد بن زید اور عبد السلام بن حرب نے لیث بن ابی سُلَیم سے حدیث روایت کی ہے۔ حماد بن زید اور عبد السلام بن حرب کی لیث بن ابی سلیم سے روایات اختلاط سے قبل کی ہیں۔ مُحدِّثین نے ان دونوں کی لیث سے مروی روایات کو صحیح یا حَسَن کے درجے میں شمار کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حماد بن زید اور عبد السلام بن حرب نے لیث بن ابی سلیم سے اختلاط سے قبل احادیث حاصل کی تھیں؛ اسی لیے مُحدِّثین نے ان کی ایسی روایات کو ضعیف قرار نہیں دیا۔

چنانچہ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ ایک حدیث شریف کی اپنی سند بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حدَّثنا محمدُ بن عبيدٍ، حدّثنا حمّاد بن زيد، حدّثنا ليثٌ، عن طاوُسٍ، عن رجل يُقال له زِيادٌ، عن عبد الله بن عَمرو، قال: قال رسولُ الله ﷺ . . . قال أبو داودَ: رواه الثَّورِيُّ، عن ليث، عن طاوس، عن الأعجَم.[146]

اور لکھتے ہیں: حدثنا عبدُ السلام بن حَربٍ، أخبرنا اللَّيثُ بنُ أبي سليمٍ، عن عبد الرحمن بن القاسم، عن أبيه، عن عائشةَ.[147]

پہلی روایت کی سند میں حماد بن زید اور امام ثوری نے لیث بن ابی سلیم سے روایت اخذ کی ہے، جبکہ دوسری روایت میں عبد السلام بن حرب نے لیث بن ابی سلیم سے حدیث اخذ کی ہے۔ امام ابو داؤد نے دونوں روایات کو نقل کرنے کے بعد سکوت

146۔ سُنَن أبي داؤد، كتاب الفتن والملاحم، باب فى كف اللسان، برقم: ٤٢٦٥، ٤/ ٢٩٧

147۔ سُنَن أبي داؤد، كتاب الصوم، باب المعتكف يعود المريض، برقم: ٢٤٧٢، ٢/ ٥٧٩

فرمایا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ روایات ضعیف نہیں ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حماد بن زید اور عبد السلام بن حرب نے لیث بن ابی سلیم سے اختلاط سے قبل احادیث اخذ کی تھیں۔ خود امام ابو داؤد سجستانی اپنے سُکوت کے متعلق لکھتے ہیں: ما لم أذكُر فيه شيئًا فهو صالِحٌ. (148)

یعنی، جن احادیث کو نقل کرنے کے بعد میں کچھ ذِکر نہ کروں، وہ استدلال کے لیے صالح ہیں۔

اور امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ایک حدیث شریف کی اپنی سند بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حدثنا الحسين بن يزيد الكوفي قال: حدَّثنا عبد السلام بن حرب، عن ليثٍ، عن الرَّبيع بن أنس، عن أنس بن مالكٍ، قال: قال رسول الله ﷺ: . . . «هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ» (149)

اس روایت میں امام ترمذی نے عبد السلام کی لیث سے مروی روایت کو صریح الفاظ میں حَسَن غریب قرار دیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ عبد السلام نے لیث بن ابی سلیم سے ان کے اختلاط سے قبل احادیث اَخذ کی تھیں؛ اسی لیے امام ترمذی نے اس روایت کو حَسَن قرار دیا اور اسے ضعیف نہیں کہا۔

اور یہ اعتراض کہ لیث بن ابی سلیم کو بعض متأخِّرین نے مُدلِّس قرار دیا ہے، اور حاجی کی مغفرت والی روایت میں انہوں نے مجاہد اور مہاجر سے "عن" کے ساتھ

148... رسالة أبي داؤد إلى أهل مكة إلخ، المسكوت عنه صالح، ص ٢٧

149... سُنَن الترمذي، كتاب المناقب، باب في فضل النبي صلى الله عليه وسلم، برقم: ٣٦١٠، ٤/ ٤٢٢

روایت کی ہے، جبکہ مُدلّس کی مُعَنْعَن روایت مقبول نہیں ہوتی؛ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لیث بن ابی سلیم کی تدلیس، تدلیسِ مذموم نہیں ہے۔ ہم ابھی کچھ پہلے "سُنَن ابی داوٗد" اور "سُنَن ترمذی" کی تین روایات اور ان کے عدمِ ضُعف کو ثابت کر چکے ہیں۔ ان تمام روایات میں لیث بن ابی سلیم کا عنعنہ موجود ہے، اس کے باوجود امام ابو داوٗد اور امام ترمذی نے ان کی روایات کو ضعیف قرار نہیں دیا۔

اور مجاہد کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عدمِ لقاء کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ "المطالب العالية" کی سند میں مجاہد کی جگہ مہاجر ہیں، اور ان کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا ثابت ہے؛ لہٰذا محض اس اعتراض کی بنیاد پر روایت کو ضعیف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ حافظ محمد بن حبان تمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں:

مهاجرُ بنُ عمرٍو يَروِي عن عُمر بنِ الخطّاب وابن عمرَ، رَوَى عنه ليثٌ.[150]

اور حافظ ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں:

مهاجر بن عمرو روى عن عمر روى عنه ليث بن أبي سليم.[151]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۹/ ربیع الأوّل، ۱٤٤۸ھ ، ۱۲/ ستمبر، ۲۰۲٦م

150... الثقات لابن حبان، باب الميم، مهاجر بن عمرو، ٥/ ٤٢٨

151... الجرح والتعديل، باب الميم، مهاجر بن عمرو، برقم: ١٤٤٩١، ١١٨٤، ٨/ ٢٩٨

﴿عورتوں کے مسائل۔ متفرق﴾

اُلٹا بُرقع پہنے ہوئے طواف اور نماز کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں اگر کسی لیڈیز نے عمرے کی نیت کی اور اس میں بُرقع اُلٹا پہن لیا غلطی سے اور اس میں طواف بھی کر لیا اور نماز جب پڑھ رہی تھی تو اس میں انہوں نے دیکھا کہ یہ تو اُلٹا ہے تو اس پر طواف یا عمرے پر کوئی اثر پڑے گا؟ مہربانی کر کے جواب عطا فرمائیں۔ (سائل: عبدالرؤوف اشرفی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں عمرہ ادا ہو گیا اور اس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں ہے، کیونکہ طواف کے لیے ستر عورت واجب ہے اور وہ پایا گیا، البتہ اُلٹا بُرقع پہن کر پڑھی گئی نماز کراہتِ تنزیہی کے ساتھ ادا ہوئی، جس کا اعادہ مستحب ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ "واجباتِ طواف" کے بیان میں لکھتے ہیں: الثالثُ: سَتر العورةِ.[152]

یعنی، طواف کے واجبات میں سے تیسرا واجب ستر عورت ہے۔

اور اُلٹے لباس میں نماز پڑھنے کے بارے میں امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: کپڑا اُلٹا پہننا اوڑھنا خلافِ معتاد میں داخل ہے اور خلافِ معتاد جس طرح کپڑا پہن یا اوڑھ کر بازار میں یا اکابر کے پاس نہ جا سکے ضرور مکروہ ہے اور ظاہر

152... لباب المناسك، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، فصل فی واجبات الطواف، ص ۱۱۳

کراہتِ تنزیہی۔[153]

اور کراہتِ تنزیہی کے ساتھ ادا کی گئی نماز کے بارے میں علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ[154] لکھتے ہیں: ذكر في الإمداد[155] بحثًا أن كونَ الإعادة بترك الواجب واجبةً لا يمنعُ أن تكون الإعادةُ مندوبةً بترك سنّةٍ اهـ ونحوه في القُهُستانيّ، بل قال في ''فتح القدير''[156]: والحقُّ التَّفصيلُ بين كون تلك الكراهةِ كراهةَ تحريمٍ فتجب الإعادةُ أو تنزيهٍ فتُستحبُّ اهـ.

یعنی، ''اِمداد'' میں اس پر ایک بحث ذِکر کی ہے کہ نماز میں کسی واجب کو ترک کرنے کی وجہ سے اس نماز کا اِعادہ واجب ہونا، اس بات کے منافی نہیں کہ نماز میں کسی سنت کو ترک کرنے کی وجہ سے اِعادہ مستحب ہو۔ اسی کی مثل ''قہستانی'' میں بھی ہے۔ بلکہ ''فتح القدیر'' میں فرمایا: حق بات یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے کہ اگر وہ کراہت، کراہتِ تحریمی ہو تو اعادہ واجب ہو گا، اور اگر کراہتِ تنزیہی ہو تو اعادہ مستحب ہو گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۶/ ربیع الأول، ۱٤٤۸ھ ، ۸/ سبتمبر، ۲۰۲٦م

153... فتاویٰ رضویہ، کتاب الصلاۃ، باب مکروہات الصلاۃ، ۷/ ۳۵۸، ۳۵۹

154... رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم إلخ، باب صفه الصلاة، تحت قوله: وكذا كل صلاة إلخ، ۲/ ۱۸۳

155... إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل فيما يكره فى الصلاة، ص ۳۷۲

156... فتح القدير، كتاب الصلاة، فصل و يكره للمصلى إلخ، تحت قوله: وتعاد، ۱/ ۳٦٤

﴿عورتوں کے مسائل۔ محارم﴾

سوتیلے دادا کے ساتھ عمرہ کرنا

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ کیا پوتی سوتیلے دادا (دادی کے دوسرے شوہر) کے ساتھ عمرے پر جاسکتی ہے جبکہ سوتیلے دادا نے دادی سے ازدواجی تعلقات بھی قائم کئے ہیں؟

(سائل: محمد عمران، موسیٰ لین، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں پوتی اپنے سوتیلے دادا کے ساتھ عمرے پر جاسکتی ہے، کیونکہ وہ اس کا مَحرم ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب سوتیلے دادا نے دادی سے ازدواجی تعلق (ہم بستری) قائم کیا تو دادی کی بیٹیاں اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئیں، اور پوتی بھی بیٹی ہی میں شامل ہے۔

چنانچہ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے، ان کے بیان میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ (157)

ترجمہ: اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں، ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔ (کنزالایمان)

اور ماں سے وطی کی صورت میں سوتیلی پوتی سے نکاح کی حُرمت کے بارے میں علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: أنَّ وطءَ الأمّهاتِ يحرمُ

157... النسآء: ٤/ ٢٣

البناتَ ونكاحُ البناتِ يحرمُ الأمّهاتِ، ويدخلُ بناتُ الرّبيبةِ والرّبيب.[158]

یعنی، ماؤں کے ساتھ وطی بیٹیوں کو حرام کر دیتی ہے، اور بیٹیوں کے ساتھ نکاح ماؤں کو حرام کر دیتا ہے، اور بیٹیوں میں سوتیلے بیٹے اور سوتیلی بیٹی کی بیٹیاں بھی داخل ہیں۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

ويدخلُ في الحرمةِ بناتُ الرّبيبةِ والرّبيبِ وَإن سفلَ لأنَّ الاسمَ يَشملهنَّ.[159]

یعنی، اور حرمت میں سوتیلے بیٹے اور سوتیلی بیٹی کی بیٹیاں بھی شامل ہیں، اگرچہ نیچے تک ہوں، کیونکہ لفظِ "بیٹی" ان سب کو شامل ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۱/ ربیع الآخر، ۱٤٤۸ھ-۲۳/ سبتمبر، ۲۰۲٦م

محرم کے بغیر ہوائی سفر کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ شریعت میں عورت کے لئے محرم کے بغیر شرعی سفر کی مقدار سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ موجودہ دور میں ہوائی جہاز کے ذریعے سفر ہو یعنی کراچی سے اس کا محرم فلائٹ میں بٹھادے اور اسلام آباد میں اس کا بھائی لینڈنگ کے وقت وہاں موجود ہو جس کا دورانیہ فقط دو گھنٹے ہو تو کیا اب بھی بغیر محرم کے سفر کی اجازت نہیں ہوگی؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر زید کی زوجہ زید کے بھائی بکر کی فیملی کے ساتھ سفر کرے جس

158... الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، تحت قوله: وإن لم توطأ، ص ۱۷۹

159... فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، تحت قوله: وهٰذا، ۳/ ۱۲۰

میں بکر کی زوجہ اور بچے بھی ساتھ ہوں تو اس صورت میں کیا شرعی مقدار میں سفر کرنے کی اجازت ہوگی؟ (سائل: سمیر قادری، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: عورت کے لیے اپنے شوہر یا مَحرم کے بغیر شرعی مسافت کا سفر کرنا جائز نہیں، اگرچہ سفر وقت کے اعتبار سے مختصر ہو اور دونوں جانب محرم موجود ہو۔

فقہائے کرام نے اس ممانعت کی علّت فتنہ بیان فرمائی ہے؛ کیونکہ عورت کا شوہر یا محرم کے بغیر سفر کرنا فتنہ کے اندیشے سے خالی نہیں ہوتا، اور اس دوران ایسے کئی حالات پیش آسکتے ہیں جو فتنہ کا سبب بن سکتے ہیں۔ مثلاً ایئرپورٹ پر عورت کو مختلف مراحل سے گزرنا ہوتا ہے، جہاں بعض اوقات اسے تنہا بھی ہونا پڑ سکتا ہے اور اس کی عصمت وعِفّت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہوائی جہاز میں سفر کے دوران بھی مختلف صورتیں پیش آسکتی ہیں، مثلاً بسا اوقات عورت کی نشست کے ساتھ نامحرم مردوں کی نشستیں ہوتی ہیں۔ مزید یہ کہ اس بات کی ضمانت نہیں ہوتی کہ ہوائی جہاز اپنی مقررہ منزل ہی پر اترے گا؛ بلکہ کسی ہنگامی یا تکنیکی وجہ سے اسے کسی دوسری جگہ بھی اترنا پڑ سکتا ہے۔

الغرض عورت کا اپنے شوہر یا محرم کے بغیر سفر کرنا متعدّد مواقع پر فتنہ کے اندیشے سے خالی نہیں، اس لیے صرف سفر کے دورانیے کے مختصر ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ بلکہ یہ حکم تو شرعی سفر کے بارے میں ہے، جبکہ فقہائے کرام نے شرعی سفر سے کم مسافت، حتیٰ کہ ایک دن کی مسافت تک کے سفر میں بھی عورت کو شوہر یا محرم کے بغیر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ زید کی زوجہ کا بکر کی فیملی کے ساتھ شرعی سفر کرنا جائز نہیں؛ کیونکہ بکر کی فیملی میں شامل بالغ مرد زید کی زوجہ کے لیے نامحرم ہیں، اور عورت کے لیے نامحرم مردوں کے ساتھ شرعی سفر کرنا جائز نہیں۔

البتہ اگر بکر کی زوجہ، زید کی زوجہ کی بہن ہو اور اس کا بیٹا بالغ ہو، تو وہ زید کی زوجہ کے لیے بھانجا ہونے کی حیثیت سے محرم ہو گا۔ اس صورت میں وہ اس کے ساتھ شرعی سفر پر جاسکتی ہے۔

چنانچہ شوہر یا محرم کے بغیر شرعی سفر کرنے کی ممانعت کے حوالے سے امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا يَكُونُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا، إِلَّا وَمَعَهَا أَبُوهَا، أَوِ ابْنُهَا، أَوْ زَوْجُهَا، أَوْ أَخُوهَا، أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا».[160]

یعنی، جو عورت اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت کا سفر کرے، مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا والد، اس کا بیٹا، اس کا شوہر، اس کا بھائی یا اس کا کوئی محرم ہو۔

اور ممانعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام برہان الدین ابو المعالی محمود ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں: فَقَد أَبَاحَ لِلمَرأَةِ المسَافَرَةِ مَعَ ذِي الرَّحِمِ المحرمِ، وَإِنَّهُ يُوجبُ إباحةَ المسَافرة لِلمحرمِ مَعهَا، وَلِأَنَّ حُرمةَ المسافرةِ وَالخَلوةِ

160۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع الحج، برقم: ٤٢٣/ ١٣٤٠، ٢/ ٩٧٧

بِالأَجنَبِيَّاتِ لِخوفِ الفِتنةِ بِوَاسِطَةِ الشَّهوةِ، وَالإنسَانُ لَا يَشتَهِي مَحارِمَه غَالِبًا، فَصَارَ مِن هٰذَا الوجهِ كَالخَلوةِ وَالمُسَافِرةِ مَعَ الجِنسِ.[161]

یعنی، عورت کے لیے اپنے ذی رحم محرم کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے، اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اس محرم کے لیے بھی اس عورت کے ساتھ سفر کرنا جائز ہو۔ اس لیے کہ اجنبی عورتوں کے ساتھ سفر کرنے اور ان کے ساتھ خلوت میں رہنے کی ممانعت شہوت کے سبب فتنے کے اندیشے کی وجہ سے ہے، جبکہ انسان کو عموماً اپنے محارم کے بارے میں شہوت نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس اعتبار سے محرم کے ساتھ خلوت کرنا اور اس کے ساتھ سفر کرنا اپنی جنس کے کسی فرد کے ساتھ خلوت کرنے اور سفر کرنے کی مانند ہے۔

اور علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں: ولأنها يخافُ عليها الفتنةُ وتَزدادُ بانضمامِ غيرِها إليها.[162]

یعنی، اس لیے کہ عورت کے بارے میں فتنے کا خوف ہے، اور اس کے ساتھ کسی دوسری عورت کے شامل ہونے سے یہ خوف مزید بڑھ جاتا ہے۔

اسی لیے فقہائے کرام نے عورت کے لیے محرم کے بغیر شرعی سفر کرنا ناجائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک

161۔ المحيط البرهاني، كتاب الكراهية والاستحسان، الفصل التاسع: فيما يحل لرجل النظر اليه إلخ، ۸/ ۲۸

162۔ تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الحج، تحت قوله: وأمن طريق ومحرم إلخ، ۲/ ۲٤۲

جماعت [163] نے لکھا ہے: وَلَا تُسَافِرُ المرأةُ بِغَيرِ مَحرمٍ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ وَمَا فَوقَهَا وَالصَّبِيُّ الَّذِي لَمْ يُدرَكْ لَيسَ بِمحرمٍ، هكذا في المحيط. [164]

یعنی، عورت کے لیے محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر کرنا جائز نہیں، اور جو بچہ ابھی بالغ نہیں ہوا وہ محرم نہیں ہے۔ اسی طرح "المحیط" میں ہے۔

جب احادیثِ مبارکہ میں عورت کے لیے شوہر اور محرم کے بغیر سفر کرنے کی واضح ممانعت موجود ہے، تو اگرچہ بظاہر عورت کے لیے کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو اور سفر کتنا ہی مختصر اور پُر امن ہو، ممانعت اپنی جگہ برقرار رہے گی۔ ہمیں شریعت ہی پر عمل کرنا ہے، نہ کہ احکامِ شریعت کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا ہے؛ کیونکہ ہم شریعت کے پابند ہیں، نہ کہ عقل کے۔

اور ایسے لوگوں کو جو عقل کی کسوٹی پر شرعی مسائل کو پرکھتے ہیں اور جدید دور کی سہولیات کی وجہ سے رُخصت کی راہ نکالنے کی فہمائش (یعنی نصیحت) کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے مفتی اعظم ہالینڈ مفتی عبد الواجد قادری حنفی متوفی ۱۴۴۰ھ لکھتے ہیں: مسافت سفر پر عورتوں کا بغیر محرم یا شوہر کے سفر کر کے تنہا جانا یا فاسق وفاجر محرم کے ساتھ جانا، یا نابالغ محرموں کے ساتھ جانا یا بقول بعض عورتوں کی جماعت کے ساتھ جانا، یا بے نفس ساٹھ ستّر سال کے متدیّن بُزرگوں کے ساتھ جانا سب ناجائز و حرام نہایت بد انجام خلاف مذاہب اسلام ہے..... سائل نے رُخصت

163... الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، ١/ ١٤٢

164... المحيط البرهاني، كتاب الكراهية والاستحسان، الفصل الثامن والعشرون: السفر حال منع الزوج أو الوالد أو المولى، ٨/ ١١٤

کی راہ نکالنے کی فہمائش کی ہے۔ سائل کے اندر یہ جُرات اس لئے پیدا ہوئی کہ علماء کہلانے والے حضرات نے شریعت میں اس قدر پیوند کاریاں کی ہیں کہ عوام نے پیوند کاریوں کے مجموعہ کا نام شریعت سمجھ لیا ہے ورنہ یہ پڑھی لکھی عوام بھی جانتی ہے کہ منصوص مسائل تغیُّر و تبدیل کے اثرات قبول کرنے سے پاک ہیں وہ زمان ومکان کے بدلنے سے نہیں بدلتے بلکہ زمان و مکان کے احوال کو بدل دیتے ہیں۔ «الإسْلاَمُ يَعْلُو وَلاَ يُعْلَى». والله تعالىٰ أعلم [165]

بلکہ فی زمانہ عورت کے لیے محرم کے بغیر ایک دن کی مسافت کا سفر کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے، جو راہ کی طاقت رکھتا ہو اُس پر فرض ہے مرد ہو یا عورت، جو ادا نہ کرے گا عذابِ جہنّم کا مستحق ہو گا۔ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا مَحرم کے ساتھ لیے، سفر کو جانا حرام ہے، اس میں کچھ حج کی خصوصیّت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا مَحرم جائے گی تو گنہگار ہو گی۔ [166]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۳/ ربیع الآخر، ۱٤٤۸ھ، ۲٦/ سبتمبر، ۲۰۲٦م

165... فتاوی یورپ، کتاب الحج والزیارۃ، ص ۳۲۲، ۳۲۴

166... فتاوی رضویہ، کتاب الحج، ۱۰/ ٦٥٧

﴿جنایات-خوشبو﴾

احرام میں کچی لونگ چبانے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کہ احرام کی حالت میں کچی لونگ چبانے کا کیا حکم ہے؟

(سائل: شہباز عطاری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: کچی لونگ خالص خوشبو ہے، لہٰذا حالتِ احرام میں اسے چبانا جائز نہیں۔ البتہ اگر اسے کھانے میں ڈال کر پکالیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ [167] اور علامہ محمد عابد بن احمد سندھی حنفی متوفی ۱۲۵۷ھ [168] لکھتے ہیں: وفی "المحیط" [169]: كلّ شيء من الطِّيب مِمّا يُقصَد أكله عادةً إذا خُلِط بالطَّعام صار تبعاً للطعام، وسقط حكمُه. [قال عابد السِّنْدِيُّ: قلتُ يعنى المطبوخ] قال فى "المطلب": فدخل فيه الأفاوية كالقَرَنْفُل والزَّنْجَبِيْل والدَّارصِينى (القرفة) اھ

یعنی، اور "محیط" میں ہے: خوشبو کی ہر وہ چیز جس کو عادتاً کھانے کا ارادہ کیا جاتا ہو، جب کھانے میں ملا دی جائے تو وہ کھانے کے تابع ہو

167۔ المسلك المتقسط، باب الجنايات وأنواعها، النوع الثانى: فى الطيب، تحت قوله: وسواء يوجد ريحه أو لا، ص ٤٤٦، ٤٤٩

168۔ طوالع الأنوار شرح الدر المختار، كتاب الحج، فصل فى الإحرام، ٤/ ٢/ ق ١٨١/ ب، مخطوط مصوّر

169۔ المحيط للسرخسى، كتاب الحج، باب التطيب والتدهين، ٢/ ٢٤٣

جاتی ہے اور خوشبو کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔علامہ عابد سندھی نے فرمایا: میں کہتا ہوں یعنی جب وہ چیز پکی ہوئی ہو۔ "المطلب" میں کہا: پس اس میں خوشبودار مصالحے بھی داخل ہیں، جیسے لونگ، ادرک اور دار چینی۔

اور امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ "جو باتیں اِحرام میں حرام ہیں" کے تحت لکھتے ہیں: خالص خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الائچی، دارچینی، زنجبیل وغیرہ کھانا۔[170]

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ "رد المحتار"[171] کے حوالے سے "خالص خوشبو کھانے کا کفّارہ بیان کرتے ہوئے" لکھتے ہیں: اگر خالص خوشبو جیسے مشک، زعفران، لونگ، الائچی، دار چینی اتنی کھائی کہ مونھ کے اکثر حصہ میں لگ گئی تو دَم ہے ورنہ صدقہ۔[172]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٦/ ربیع الأول، ١٤٤٨ھ، ١٩، أغسطس ٢٠٢٦م

احرام میں پکی ہوئی خوشبودار چیزیں کھانے پینے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین ان مسائل میں کہ

(۱)پلاؤ، بریانی، سالن وغیرہ میں خوشبو دار چیزیں ڈال کر پکا لیا گیا ہو تو انہیں احرام کی حالت میں کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

170۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، جنایات، ۱۰/۷۳۳

171۔ رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ۳/ ٦٥٤

172۔ بہار شریعت، حج کا بیان، جُرم اور ان کے کفّارے کا بیان، ۱/٦/۱۱٦۴

(۲)کیا اِلائچی اور زعفران والی چائے الیکٹرک کیٹل میں بنا کر احرام کے دوران پی سکتے ہیں؟

(۳)خالص خوشبو جیسے صندل وغیرہ کے وہ شربت جو پکاکر تیار کیے جائیں، کیا حالتِ احرام میں پیے جا سکتے ہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: (۱ تا ۳) مذکورہ چیزیں کھائی اور پی جا سکتی ہیں، کیونکہ جب خوشبو کو کھانے یا پینے کی کسی چیز میں شامل کر کے پکایا جائے تو خوشبو کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔اور پکانے کا یہ عمل ضروری نہیں کہ صرف چولہے پر ہی ہو؛ بلکہ اگر کوئی انہیں مشین، کیٹل یا کوئلے وغیرہ پر پکائے تو بھی یہی حکم ہو گا، کیونکہ پکنے کا عمل بہرحال پایا گیا ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں: لو أكل زعفرانًا مخلوطًا بطعامٍ أو طِيبٍ آخَرَ، ولم تَمَسَّه النَّارُ يلزمه دمٌ، وإن مَسَّتْه فلا شيء عليه؛ لأنّه صار مُستَهلَكًا، وعلى هذا التَّفاصِيل في المشروب.[173]

یعنی، اگر کسی نے زعفران کھائی جو کسی کھانے یا دوسری خوشبو کے ساتھ ملی ہوئی تھی اور اسے آگ نے نہ چھوا ہو، تو اس پر دم لازم ہو گا۔اوراگر آگ نے اسے چھوا ہو، تو اس پر کچھ لازم نہیں؛ کیونکہ وہ زعفران فنا ہوگئی، اور یہی تفصیل مشروبات میں بھی ہے۔

اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ محمد عابد

173... تبيين الحقائق، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: أو ادّهن بزيت، ۲/ ۳۵۶

بن احمد سندھی انصاری حنفی متوفی ۱۲۵۷ھ [174] لکھتے ہیں: (ولو جعلَه فی طعام قد طُبِخ فلا شیء فیه) علی المحرم إذا أكلَ من ذلك الطَّعام سواء كان يجدُ رائِحته أم لا "هِندية" [175].

یعنی، اگر کھانے میں خوشبو (جیسے مشک، عنبر، لونگ الائچی، زعفران) ڈال کر پکایا گیا ہو، تو مُحرم پر اس سے کھانے میں کچھ لازم نہیں ہوگا، چاہے وہ اس کی خوشبو پائے یا نہ پائے۔(ہندیہ)

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ [176] اور علامہ عابد سندھی حنفی [177] لکھتے ہیں: وفی "المحيط" [178]: كلّ شيء من الطِّيب مِمّا يُقصَد أكله عادةً إذا خُلِط بالطَّعام صار تبعاً للطعام، وسقط حكمُه. [قال عابد السِّنْدِيُّ: قلتُ يعنی المطبوخ] قال فی "المطلب" [179]: فدخل فيه الأفاوية كالقَرَنْفُل والزَّنْجَبِيْل والدَّارصِينی اه

174۔ الدر المختار وشرحه طوالع الأنوار شرح الدر المختار، كتاب الحج، فصل فی الإحرام، ٤/ ٢/ ق ١٨١/ ب، مخطوط مصوّر

175۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن فی الجنايات، ١/ ٢٤١

176۔ طوالع الأنوار شرح الدر المختار، كتاب الحج، فصل فی الإحرام، ٤/ ٢/ ق ١٨١/ ب، مخطوط مصوّر

177۔ المسلك المتقسط، باب الجنايات وأنواعها، النوع الثانی: فی الطيب، تحت قوله: وسواء يوجد ريحه أو لا، ص ٤٤٦، ٤٤٩

178۔ المحيط للسرخسی، كتاب الحج، باب التطيب والتدهين، ٢/ ٢٤٣

179۔ المطلب الفائق شرح كنز الدقائق للعلّامة بدر الدين محمد بن عبد الرحمن العيسیٰ الديری الحنفی، المتوفی سنة ١٠٨٧ھ كما فی كشف الظنون، باب الكاف، ٢/ ٤٣٥ و كنز الدقائق، مقدمة المحقِّق، الأعمال العلمية التی قامت على كنز الدقائق، ص ١٢٣

یعنی، اور ''محیط''میں ہے: خوشبو کی ہر وہ چیز جس کو عادتاً کھانے کا ارادہ کیا جاتا ہو، جب کھانے میں ملا دی جائے تو وہ کھانے کے تابع ہو جاتی ہے اور خوشبو کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔علامہ عابد سندھی نے فرمایا: میں کہتا ہوں یعنی جب وہ چیز پکی ہوئی ہو۔ ''المطلب''میں کہا: پس اس میں خوشبودار مصالحے بھی داخل ہیں، جیسے لونگ، ادرک اور دار چینی۔

اور علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ [180] لکھتے ہیں: اعلم أنّ خَلْط الطِّيب بغيره على وجوهٍ؛ لأنّه إمّا أن يُخلط بطعامٍ مطبوخٍ أو لا. ففي الأوّل لا حُكمَ للطِّيب سواءٌ كان غالبًا أم مغلوبًا، وفي الثّاني الحكمُ للغَلَبة إن غلَبَ الطِّيبُ وجبَ الدَّمُ، وإن لم تظهَر رائِحَتُه كما في ''الفتح''[181]، وإلّا فلا شيءَ عليه، غيرَ أنّه إذا وُجِدَت معهُ الرّائحةُ كُرِه، وإن خُلِط بمشروبٍ فالحكمُ فيه للطِّيب سواءٌ غلبَ غيرُه أم لا، غيرَ أنّه في غلبة الطّيبِ يجب الدّمُ، وفي غلبة الغير تجبُ الصدقةُ، إلّا أن يُشرَب مرارًا فيجب الدّم.

یعنی، جان لو کہ خوشبو کو کسی دوسری چیز کے ساتھ ملانے کی چند صورتیں ہیں؛ کیونکہ یا تو خوشبو پکے ہوئے کھانے میں ملائی جائے گی یا نہیں۔ پہلی صورت میں خوشبو کا کوئی حکم نہیں ہوگا، چاہے خوشبو غالب ہو یا مغلوب۔ اور دوسری صورت میں حکم غلبہ کا ہوگا: اگر خوشبو غالب ہو تو دم واجب ہوگا، اگرچہ اس کی خوشبو ظاہر نہ ہو جیسا کہ ''فتح القدیر''میں مذکور ہے، اور اگر خوشبو غالب نہ ہو تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا، البتہ اگر اس

180... رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: ولو جعله، ٣/ ٦٥٦

181... فتح القدير، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: وهذا إذا استعمله، ٢/ ٤٤١

کے ساتھ خوشبو پائی جائے تو یہ مکروہ ہوگا۔ اور اگر خوشبو کو مشروب میں ملایا جائے تو اس میں ہر حال میں خوشبو ہی کا حکم ہوگا، چاہے وہ غیر پر غالب ہو یا مغلوب؛ مگر خوشبو غالب ہو تو دم واجب ہوگا، اور اگر دوسری چیز غالب ہو تو صدقہ واجب ہوگا، الّا یہ کہ اسے بار بار (یعنی تین یا اس سے زیادہ مرتبہ) پیا جائے، تو اس صورت میں دم واجب ہوگا۔

ان احکام کے بعد علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: هذا حكمُ المأكولِ والمشرُوبِ.[182]

یعنی، یہ کھانے اور پینے کی چیزوں کا حکم ہے۔

اور امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: کھانے میں خوشبو اگر پکنے میں پڑی یا فنا ہوگئی جب تو کچھ نہیں ورنہ اگر خوشبو کے اجزاء زیادہ ہوں تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے، اور اگر کھانے کا حصہ زیادہ ہے تو عام کتابوں میں مطلق حکم دیا کہ اس میں کفّارہ کچھ نہیں، ہاں خوشبو آئی تو کراہت ہے۔[183]

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ "عالمگیری"[184]، "در مختار"، "رد المحتار"[185] کے حوالے سے لکھتے ہیں: کھانے میں پکتے وقت خوشبو پڑی یا فنا ہوگئی تو کچھ نہیں، ورنہ اگر خوشبو کے اجزا زیادہ ہوں

182... رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: ولو جعله، ۳/ ٦٥٦

183... فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، جنایات، فصل ششم جُرم اور اُن کے کفّارے، ۱۰/۷۵۹

184... الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن فى الجنايات، ۱/ ۲٤۱

185... الدر المختار وشرحه رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات، ۳/ ٦٥٦

تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے اور کھانا زیادہ ہو تو کفارہ کچھ نہیں مگر خوشبو آتی ہو تو مکروہ ہے۔[186]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۲۳/ رجب، ۱٤٤۷ھ، ۱۳/ جنوری، ۲۰۲٦م

احرام میں خوشبودار مشروب پینے اور خوشبودار پانی لگنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین ان مسائل میں کہ (۱) حالتِ احرام میں کولڈ ڈرنک اور مختلف قسم کے جوس جو ڈبے یا بوتل میں پیک ملتے ہیں، انہیں پینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) خوشبو دار پانی سے فرش کی دُھلائی کے دوران اگر مُحرِم کے پاؤں یا تہبند وغیرہ پر وہ پانی لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: (۱ تا ۲) مذکورہ مشروبات پینے کی اجازت ہے، انہیں پینے پر نہ کوئی کفّارہ لازم ہوتا ہے اور نہ ہی پینے والا گنہگار ہوتا ہے۔

اوّلًا اس لیے کہ یہ شرعاً خوشبو کے حکم میں نہیں، کیونکہ مشروبات تیار ہونے کے بعد ان میں جو ایسنس شامل کیا جاتا ہے وہ مائع (Liquid) کی صورت میں ہوتا ہے اور یقیناً نہایت قلیل مقدار میں ہوتا ہے۔اور مائع خوشبو جب مغلوب ہو جائے تو مائع میں کامل حُلول کی وجہ سے مُستھلک (فنا) ہو جاتی ہے، اسی لیے مائع میں حُلول کے بعد خوشبو کی مہک اپنی پہلی

186... بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، خوشبو اور تیل لگانا، ۱/٦/۱۱٦۴

حالت پر باقی نہیں رہتی، اور یہی تبدیل شدہ مہک درحقیقت خوشبو کے فنا ہونے کے مترادف ہے۔

ثانیاً اس لیے کہ جب مائع خوشبو کو کسی مائع میں ملایا جائے اور وہ مائع غالب ہو تو اس کے استعمال پر کوئی کفّارہ لازم نہیں ہوتا۔

اسی سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر دھلائی کے دوران مُحرِم کے پاؤں یا تہبند وغیرہ پر خوشبو دار پانی لگ جائے تو کچھ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ظاہر ہے کہ مائع خوشبو پہلے پانی میں ملائی جاتی ہے اور اس کے اجزاء پانی کے مقابلے میں بہت کم ہوتے ہیں۔ لہٰذا مائع خوشبو پانی میں مل کر مغلوب ہوجاتی ہے اور غالب پانی کے اثر سے اس کی اصل خوشبو فنا ہو جاتی ہے۔

چنانچہ علامہ حسین بن محمد سعید بن عبد الغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ[187] لکھتے ہیں: ومنه يعلمُ أن نحو السكّر المبلولِ إذا خُلط بنحو ماء الوَرد فإنه إذا كان ماءُ الورد مغلوباً كما هو الغالبُ عادةً لا جزاءَ فيه، ونقلَ الملّا على[188] نحوه عن الطَّرابلسي[189] وأقرّه وأيّده وأصّله

187... إرشاد الساری إلی مناسك الملّا علی القاری، باب الجنایات وأنواعها، النوع الثانی فی الطیب، فصل: فی أكل الطیب وشربه، تحت قوله: وسواء یوجد ریحه أو لا، ص ٤٤٨

188... المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات وأنواعها، النوع الثانی فی الطیب، فصل: فی أكل الطیب وشربه، تحت قوله: بطعمه فیه حسا ظاهرا إلخ، ص ٤٥١

189... منهج السالك، باب الجنایات، باب فی الطیب والدهن وحكمهما، ق ٢١/ ألف، مخطوط مصوّر

من "المحيط"[190]. ونحوه في "منسك الفارسي"[191] عنه.

یعنی، اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب بھیگی ہوئی شکر (یعنی شیرہ یا میٹھا شربت) کو گلاب کے پانی جیسی چیز کے ساتھ ملایا جائے، تو اگر گلاب کا پانی مغلوب ہو جیسا کہ عادتاً اکثر ایسا ہی ہوتا ہے تو اس میں کوئی جزا (یعنی کفارہ) لازم نہیں ہوتا۔ اور مُلّا علی قاری نے بھی اسی مفہوم کی بات "طرابلسی" سے نقل کی ہے، اور اسے برقرار رکھا، اور اس کی تائید کی اور اس کی اصل "محیط" سے بیان کی ہے۔ اور اسی طرح کی عبارت "منسک الفارسی" میں بھی ان سے منقول ہے۔

اِشکال: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ [192] اور ان کے حوالے سے مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ[193] نے یہ مسئلہ لکھا ہے: ولو خلطَهُ بمشروبٍ وهو غالبٌ ففيه الدّمُ، وَإن كان مغلوبًا فصدقةٌ إلّا أن يشربَ مِرارًا فدمٌ.

یعنی، اگر خوشبو کو مشروب کے ساتھ ملایا جائے تو خوشبو کے غالب ہونے کی صورت میں دم واجب ہو گا اور اگر خوشبو مغلوب ہو تو صدقہ واجب ہو گا مگر جب وہ بار بار پیے تو دم واجب ہو گا۔

190۔ المحيط للسرخسي، كتاب الحج، باب التطيب والتدهين، ۲/ ۲۴۳

191۔ عمدة السالك، الباب الرابع عشر: في الجنايات، ص ۴۷۰

192۔ فتح القدير، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: وهذا إذا استعمله، ۲/ ۴۴۱

193۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنايات وأنواعها، النوع الثاني في الطيب، فصل: في أكل الطيب وشربه، ص ۴۵۰

نیز صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ "رد المحتار"[194] کے حوالے سے لکھتے ہیں: پینے کی چیز میں خوشبو ملائی، اگر خوشبو غالب ہے یا تین بار یا زیادہ پیا تو دَم ہے، ورنہ صدقہ۔[195]

ان عبارات سے بظاہر یہ شُبہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے مشروبات پینے کی صورت میں اگر دَم لازم نہ ہو تو کم از کم صدقہ تو واجب ہونا چاہیے، کیونکہ فقہائے کرام نے مشروب میں خوشبو کے اجزاء کے مغلوب ہونے کی صورت میں بھی صدقہ کا حکم بیان فرمایا ہے۔

جواب: یہ استدلال دُرست نہیں، کیونکہ فقہائے کرام کی یہ تصریحات اس صورت سے متعلق ہیں جب کسی مشروب میں جامد (ٹھوس) خوشبو یعنی جو مائع نہ ہو، شامل کی جائے۔ ایسی صورت میں اگر خوشبو کے اجزاء مشروب پر غالب ہوں تو دَم لازم ہوتا ہے، اور اگر مغلوب ہوں تو صدقہ لازم ہوتا ہے۔ البتہ اگر وہ مشروب تین مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ پیا جائے تو بہرصورت دَم لازم ہو جاتا ہے۔

لہٰذا ان فقہی عبارات کا اِطلاق ان جدید مشروبات پر نہیں ہوتا جن میں خوشبو بطور جامد مادّہ شامل نہیں کی جاتی، بلکہ وہ اجزاء میں اس طرح مدغم ہوتی ہے کہ فقہی اعتبار سے وہ صورت متحقّق ہی نہیں ہوتی جس پر دَم یا صدقہ کا حکم وارد ہوا ہے۔

194۔ رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قولہ: ولو جعلہ، ۳/ ٦٥٦

195۔ بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، خوشبو اور تیل لگانا، ۱/ ٦/ ۱۱٦٥

چنانچہ علامہ حسین بن محمد سعید بن عبد الغنی مکی حنفی[196] لکھتے ہیں:

وإنّما حملنا عبارتَه [197] على ما إذا كان الطيبُ جامداً، لئلّا تُناقِضَ عبارتُه ما مَرَّ عن "المحيط" [198] ولأنّ الضمير في قوله: ولو "خلطه" على ما هو المتبادرُ من عبارته عائِدٌ إلى الزعفران. و يظهر فرقٌ بين المائع والجامد، لأن المائع من الطيب إذا كان مغلوباً يصير مستهلَكاً في المشروب لكمال امتزاجه به، بخلاف الجامد لبقاء عينه، فلذا وجبَ في المغلوب الصدقةُ.

یعنی ہم نے "فتح القدیر" کی عبارت کو اس صورت پر محمول کیا ہے جب خوشبو جامد ہو، تاکہ ان کی عبارت اس بات کے منافی نہ ہو جو پہلے "محیط" کے حوالے سے گزر چکی ہے۔ نیز ان کے قول "خَلَطَهُ" میں ضمیر، جیسا کہ عبارت کے ظاہر سے سمجھ میں آتا ہے، زعفران ہی کی طرف لوٹتی ہے۔ مائع اور جامد خوشبو کے درمیان فرق واضح ہے، کیونکہ مائع خوشبو جب مغلوب ہو جائے تو کامل ملنے کی وجہ سے مشروب میں فنا ہو جاتی ہے، برخلاف جامد کے کہ اس کا عین باقی رہتا ہے؛ اسی بنا پر جامد کے مغلوب ہونے کی صورت میں صدقہ واجب ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۹/ رجب، ۱٤٤٧ھ، ۸/ جنوری، ۲۰۲٦م

196۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملّا على القاري، باب الجنايات وأنواعها، النوع الثاني في الطيب، فصل: في أكل الطيب وشربه، تحت قوله: وسواء يوجد ريحه أو لا، ص ٤٤٩

197۔ فتح القدير، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: وهذا إذا استعمله، ٢/ ٤٤١

198۔ المحيط للسرخسي، كتاب الحج، باب التطيب والتدهين، ٢/ ٢٤٣

اِحرام میں پھلوں اور ان کے جوس کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ حالتِ احرام میں خوشبو دار پھل مثلاً آم، سیب اور اَنار وغیرہ کھانا، اسی طرح پتّے جیسے پُودینہ یا اس کی چٹنی استعمال کرنا، نیز ان پھلوں کے جوس پینا، گنّے کا رَس پینا یا گنّا کھانا، اور اسی طرح لیموں پانی پینا یا کھانے میں لیموں شامل کرنا کیسا ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مذکورہ چیزیں کھائی اور پی جاسکتی ہیں، کیونکہ حالتِ احرام میں پھل اور پتّے کو سُونگھنا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ انہیں کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ کھانے پینے میں خوشبو لینا مقصود نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب ان کا کھانا جائز ہے تو ان کا جُوس پینا اور چٹنی کھانا بھی جائز ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ "احرام میں جو باتیں مکروہ تنزیہی ہیں" اُن کے بیان میں لکھتے ہیں: بوئ کردن طیب وبوئ کردن فواکہ طیبہ وہر نباتے کہ رائحہ طیبہ دارد واین کراہۃ وقتی ست کہ بوئ کردہ باشد بقصد وتعمُّد، اما اگر رسید بوئ طیب در دماغ او بغیر قصد باکے نباشد۔[199]

یعنی، خوشبو، خوشبو دار پھل اور ہر وہ نبات جس میں خوشبو ہو، اسے سُونگھنا مکروہ ہے۔ یہ کراہت اس وقت ہے جب قصد واِرادے سے جان بوجھ کر اسے سونگھے۔ البتہ اگر بغیر قصد واِرادے کے خوشبو اس کے دماغ تک پہنچ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

199۔ حیات القلوب، باب اول در بیان اِحرام، فصل ہفتم در بیان مکروہات تنزیہیہ احرام، ص۹۵

اور امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ "اِحرام میں یہ باتیں مکروہ ہیں" کے تحت لکھتے ہیں: قصداً خوشبو سونگھنا اگرچہ خوشبودار پھل یا پتّا ہو جیسے لیموں، نارنگی، پودینہ، عطردانہ (ایک قسم کا خوشبودار پودا)۔ [200]

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ "رد المحتار"[201] کے حوالے سے لکھتے ہیں: خوشبو سونگھی پھل ہو یا پھول جیسے لیمو، نارنگی، گلاب، چمیلی، بیلے، جُوہی وغیرہ کے پھول تو کچھ کفّارہ نہیں اگرچہ مُحرم کو خوشبو سونگھنا مکروہ ہے۔ [202]

اور مفتیٔ اعظم ہالینڈ مفتی عبد الواجد قادری حنفی متوفی ۱۴۴۰ھ لکھتے ہیں: مشروبات میں اگر پھلوں کا جوس ہو یا پکایا ہوا مشروب ہو تو اس کے پینے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ پھل یا اس کے جوس کا خوشبو کیلئے سونگھنا منع ہے لیکن کھانے پینے میں خوشبو لینا مقصود نہیں ہوتا ہے اس لئے وہ شرعاً حرام نہیں ہے۔ [203]

اور ایک حدیث شریف کی شرح میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۷ھ نے "حالتِ احرام میں پھل کھانے" کے بارے میں لکھا ہے: وأمّا الفَواكِهُ كالأُتْرُجِّ والتُّفّاح فليس بحرامٍ لأنّه لا يُقصَد للطِّيب. [204]

200... فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، جنایات، ۱۰/۷۳۳

201... رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: إن طيب، ۳/ ۶۵۳

202... بہار شریعت، حج کا بیان، جُرم اور ان کے کفّارے کا بیان، خوشبو اور تیل لگانا، ۱/۶/۱۱۶۳

203... فتاویٰ یورپ، کتاب الحج، معطّر ماکولات ومشروبات اور مُحرم، ص ۳۳۳

204... المنهاج شرح صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يباح للمحرم بحج أو عمرة إلخ، ٤/ ٨/ ٦١

یعنی، اور جہاں تک پھلوں کی بات ہے، جیسے سنگترہ اور سیب، یہ حرام نہیں ہیں، کیونکہ ان سے خوشبو لینے کا قصد نہیں کیا جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۸/ رجب، ۱٤٤۷ھ، ۱۸/ جنوری، ۲۰۲٦م

﴿احرام پر احرام﴾

لاعلمی میں دو احرام جمع کرنا

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت سن ۲۰۱۳ء اپنے وطن سے عمرہ کو نکلی اور گھر سے نکلتے ہی اسے حیض جاری ہوگیا اور وہ مکہ شریف میں احرام کی نیت سے آگئی اب وہ انتظار میں تھی کہ حیض ختم ہو تو عمرہ ادا کرے مگر حیض ختم نہ ہوا اس نے مزید ۲ دن اور مکہ میں قیام بڑھا دیا لیکن حیض ختم نہ ہوا اور مکہ شریف میں آخری عشرہ شروع ہوگیا اور ہوٹل رہائش بہت زیادہ مہنگا ہوگیا کیونکہ وہاں آخری عشرہ پورا لینا ہوتا ہے چاہے آپ ایک دن ہی کیوں نہ رہیں لہٰذا ایک اچھے مستند مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ دم دے کے احرام کھول کر قصر کرواسکتی ہے اور جب کبھی دوبارہ آئے گی تو پھر عمرے کی قضا کرے گی لہٰذا اس عورت نے مفتی صاحب کے بتائے ہوئے جواب پر اعتماد کرتے ہوئے دم دے کر احرام کھول کر قصر کروالیا اور وہ مدینہ شریف چلی گئی اور پھر وہاں سے وہ وطن واپس آگئی پھر اس کے اگلے سال سن ۲۰۱۴ء وہ قضا عمرے کی نیت سے گئی اور اس نے عمرہ ادا کیا لیکن ۱۲ سال بعد سن ۲۰۲۵ء میں معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں مفتی صاحب سے خطا ہوئی ہے اور وہ عورت حالتِ احرام میں ہی تھی تو اب دریافت طلب یہ ہے کہ اس عرصے میں جو جرم

ہوئے اس کا کیا کفارہ ہے اور احرام میں رہتے ہوئے دوسرے قضا عمرے کی نیت کی تو اس پر کیا کفّارہ ہے۔ بینوا توجروا (سائل: معرفت محمد اویس، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں عورت نے پہلے عمرہ کا احرام کھول دیا، مگر شرعاً وہ احرام سے نہیں نکلی بلکہ بدستور حالتِ احرام میں رہی۔ چنانچہ اس پر پہلے احرام کے کھولنے سے لے کر اگلے سال دوسرے احرام باندھنے تک، اس دوران جو بھی ممنوعاتِ احرام سرزد ہوئیں، ان سب کے عوض ایک دم لازم ہوا۔

پھر جب اس عورت نے قضا عمرہ کی نیت سے دوسرا احرام باندھا تو اس نے دو عمرہ کے احراموں کو جمع کر لیا، جو شرعاً ممنوع ہے۔ اس کے بعد جب اس نے طوافِ عمرہ شروع کیا تو دوسرے عمرہ کا احرام از خود ختم ہو گیا، لہٰذا ایک اور دم اور دوسرے عمرہ کی قضا لازم ہوئی۔

اب وہ احرام میں نہیں رہی کیونکہ طواف و سعی اور تقصیر کے ذریعے پہلا عمرہ ادا ہو چکا ہے، صرف دوسرے عمرہ کی قضا باقی ہے، جسے قضا عمرہ کی نیت سے نئے احرام کے ساتھ کرنا لازم ہے۔ البتہ اس عورت نے ایک مستند مفتی صاحب کے فتویٰ پر اعتماد کرتے ہوئے احرام کھولا اور بعد کے تمام افعال اسی اعتماد کی بنیاد پر انجام دیے، اس لیے اس پر کوئی گناہ نہیں۔

چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ[205] لکھتے ہیں اور اُن

205۔ كتاب الأصل، كتاب المناسك، باب الجماع، ۲/ ۳۹۶

کے حوالے سے علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ[206] نقل کرتے ہیں: مُحرِم بعمرةٍ رفض إحرامَه فأقامَ حَلالًا يصنعُ مَا يصنعُ الحلالُ فِي الجماعِ وَالصّيدِ والطّيبِ وغَيرِه، قالَ: عَليهِ أن يعودَ حرامًا كَما كانَ وعَليهِ دمٌ واحدٌ۔ (واللّفظ للأوّل)

یعنی، عمرہ کے مُحرم نے احرام ترک کر دیا اور وہ سب کام کرنے لگا جو غیر مُحرم کرتا ہے، جیسے جماع کرنا، شکار کرنا، خوشبو لگانا وغیرہ۔ فرمایا: اس پر لازم ہے کہ وہ احرام کی حالت کو لوٹے جیسا کہ پہلے تھا، اور اس پر ایک دم واجب ہے۔

اس بارے میں مزید تفصیل ہمارے دوسرے فتویٰ نمبر (F-685) میں ملاحظہ کریں جس کا عنوان "فاسد تاویل سے ممنوعاتِ احرام کے مرتکب میں مذاہب" ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ[207] اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ[208] لکھتے ہیں: كلّ من لزمَه رفضُ العمرة فعليه دَمٌ وقضاءُ عمرة، وكل من عليه الرَّفضُ يحتاجُ إلى نيةِ الرفض، إلّا مَنْ جَمَع بين العُمرتين قبلَ السعى للأولى،

206۔ البحر الرائق، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: أو أفسد حجه بجماع فى أحد السبيلين إلخ، ۳/ ۲۷

207۔ لباب المناسك، باب إضافة أحد النسكين إلى الآخر إلخ، فصل فى القضايا الكلية من هذا الباب، ص ۱۹۰

208۔ رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات، مطلب: لا يجب الضمان بكسر آلات اللهو، تحت قوله: ومن أتى بعمرة إلا الحلق إلخ، ۳/ ۷۱۶

ترتفضُ إحداهما من غير نية الرّفض، لكن إمّا بالسَّير الى مكة أو الشُّروعِ فی أعمال إحداهما. (واللفظ للأوّل)

یعنی، ہر وہ شخص جس پر عمرہ کا ترک لازم ہو، اس پر دم اور عمرہ کی قضاء واجب ہوگی۔ اور ہر وہ شخص جس پر ترک لازم ہو، اس کو نیتِ ترک کرنا ضروری ہے، مگر جس نے دو عمروں کو پہلے عمرہ کی سعی سے پہلے جمع کر لیا، تو ان میں سے ایک عمرہ بغیر نیتِ ترک خود بخود ترک ہو جائے گا، لیکن یہ ترک یا تو مکہ مکرمہ کی طرف چلنے سے ہوگا یا ان میں سے ایک عمرہ شروع کرنے سے۔

اور قاضی شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد طرابلسی حنفی متوفی ۷۹۹ھ لکھتے ہیں:ومَن أحرم بعمرة ثم أحرم بأخرى رفض الثانيةَ ومَضى فی الأولى ولو نوى رفض الأولى وأن يكون عمله للثّانية لم يكن إلّا الأولى.[209]

یعنی، اور جو شخص ایک عمرہ کا احرام باندھے، پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھے، تو دوسرے کو ترک کردے اور پہلے کو جاری رکھے۔ اور اگر وہ پہلے عمرہ کو ترک کرنے کی نیت کرے اور یہ ارادہ کرے کہ اس کے اعمال دوسرے کے لیے ہوں، تب بھی وہ پہلا ہی شمار ہوگا۔

اور مذکورہ صورت میں عورت معذور ہے، لہٰذا وہ گناہگار نہیں۔ چنانچہ علامہ رضی الدین محمد بن محمد سرخسی حنفی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

209... منهج السالك وشرعة الناسك، باب الإحرام، فصل فی الجمع بين الإحرامين، ق ۱۵/ ب، مخطوط مصوّر

العامِّيّ يجب عليه تقليد العالم إذا كان يُعتَمَد على فَتواه فكان معذوراً فيما صَنَع، وإن كان المفتي مُخطئاً فيما أفتى إذ لا دليلَ له بعمل سِوى هذا ولا عقوبةَ على المعذور.[210]

یعنی، عام آدمی پر یہ لازم ہے کہ عالم کی تقلید کرے جبکہ اس کے فتویٰ پر اعتماد کیا جاتا ہو۔ اور اگر مفتی اپنے فتویٰ میں خطا کرے، تو جو کچھ عام آدمی نے کیا اس میں وہ معذور ہوگا، کیونکہ اس کے پاس اس کے سوا عمل کرنے کی کوئی دلیل نہیں، اور معذور پر کوئی سزا نہیں ہے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی حنفی[211] لکھتے ہیں: قال في ''البَحر''[212]: لأنّ الْعَامِّيَّ يجبُ عليه تقليدُ العالِم إذا كان يعتمدُ على فَتْواهُ ثمّ قال وقد عُلِم مِن هذَا أنّ مذهبَ العامّيّ فَتْوَى مُفْتِيه مِن غير تَقْيِيدٍ بمذهبٍ ولهذا قال في ''الفتح''[213]: الحكمُ في حقّ العامّيّ فتوى مفتيه، وفي ''النِّهاية''[214]: ويُشترط أن يكون المفتي مِمّن يُؤخَذ منه الفِقْهُ ويُعتمد على

210۔ المحيط السرخسي، كتاب الصوم، باب من تلزمه الكفارة بالإفطار ومن لا تلزمه، ٢/ ٤٢

211۔ رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب: في جواز الإفطار بالتحرى، تحت قوله: يعتمد على قوله، ٣/ ٤٤٥

212۔ البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض، تحت قوله: ولو قدم مسافر أو طهرت إلخ، ٢/ ٥١٢، ٥١٣

213۔ فتح القدير، كتاب الصوم، فصل ومن كان مريضاً في رمضان إلخ، تحت قوله: لأن الظن ما استند إلى دليل شرعي، ٢/ ٢٩٤

214۔ النهاية، كتاب الصوم، فصل في الأعذار المبيحة للإفطار، تحت قوله: إلا إذا أفتاه فقيه بالفساد، ٣/ ١٠٠

فتواه في البَلْدَة وحِينئذٍ تَصِيرُ فَتواه شُبْهَةً ولا معتبرَ بغيره. اهـ.

یعنی، ''بحر''میں کہا: اس لیے کہ عام آدمی پر لازم ہے کہ وہ عالم کی تقلید کرے، جبکہ اس کے فتویٰ پر اعتماد کیا جاتا ہو۔ پھر کہا: اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ عام آدمی کا مذہب اس کے مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے، کسی خاص مذہب کی قید کے بغیر۔ اسی وجہ سے ''فتح''میں کہا: عام آدمی کے حق میں حکم اس کے مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے۔ اور ''نہایہ''میں ہے: شرط یہ ہے کہ مفتی ان لوگوں میں سے ہو جس سے فقہ حاصل کی جاتی ہو اور شہر میں اس کے فتویٰ پر اعتماد کیا جاتا ہو، ایسی صورت میں اس کا فتویٰ شُبہ شمار ہو گا، اور اس کے علاوہ کسی اور کا فتویٰ معتبر نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۹/ رجب، ۱٤٤٧ھ، ۲۹/ دیسمبر، ۲۰۲۵م

مآخذ ومراجع

(١) **القرآن الكريم**، كلام الله تعالىٰ عزّوجلّ

(٢) **إرشادُ السَّارى على مناسك الملّا على القارى** للإمام حسين بن محمد سعيد عبد الغنى المكى الحنفى (ت ١٣٦٦ھ)، مطبوعة: المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ. ٢٠٠٩م

(٣) **أقرب المسالك إلى بغية الناسك** للعلّامة عبد الله بن حسن عفيف الكازرونى الحنفى (كان حياً سنة ١١٠٢ھ)، مخطوط مصوّر

(٤) **الأشباه والنظائر** للعلّامة الشّيخ زين الدين بن إبراهيم بن محمد بن بكر المعروف بابن نجيم المصرى الحنفى (ت ٩٧٠ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٣ھ. ١٩٩٣م

(٥) **البحر الرائق شرح كنز الدقائق** للعلّامة الشيخ زين الدين بن إبراهيم بن محمد بن بكر المعروف بابن نجيم المصرى الحنفى (ت٩٧٠ھ)، مطبوعة :دارالكتب العلمية،بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ.١٩٩٧م

(٦) **البناية شرح الهداية** للإمام محمود بن محمد بن موسى المعروف ببدر الدين العينى الحنفى(ت ٨٥٥ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ. ٢٠٠٠م

(٧) **التّمهيد لما فى المؤطّاء من المعانى والمسانيد** للإمام الحافظ يوسف بن عبد الله بن محمد ابن عبد البَرّ القرطبى (ت ٤٦٣ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ ، ١٩٩٩م

(٨) **الجامع الصغير مع شرحه لقاضيخان** للإمام فخر الدين حسن بن منصور الأوزجندى الفرغانى الحنفى(ت٥٩٢ھ)، مطبوعة: مكتبة إسماعيل، الطبعة الأولىٰ ١٤٤٣ھ ، ٢٠٢٢م

(٩) الجرح والتعديل للإمام الحافظ أبي محمد عبد الرحمٰن بن أبي حاتم محمد بن إدر يس التميمى الحنطلى الرازى (ت ٣٢٧ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ ، ٢٠٠٢م

(١٠) الجوهرة النيرة شرح مختصر القدورى للإمام أبي بكر بن على بن محمد الحدّاد الزّبيدى الحنفى(ت ٨٠٠ھ)، مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ١٤٢٧ھ.٢٠٠٦م

(١١) الدر المختار شرح تنو ير الأبصار للعلّامة محد بن على بن محمد بن على بن عبد الرحمن الحنفى الحصكفى(ت١٠٨٨ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولىٰ١٤٢٣ھ.٢٠٠٢م

(١٢) السيرة الحلبية للعلّامة أبي الفرَج نور الدين على بن ابراهيم بن أحمد الحلبي الشافعى (ت ١٠٤٤ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٧ھ ، ٢٠٠٦م

(١٣) العطايا النبو ية فى الفتاوى الرضو ية للإمام أحمد رضا خان الحنفى (ت١٣٤٠ھ)، مطبوعة: رضا فاؤنڈيشن، لاهور، طبعة ١٤٢٧ھ ، ٢٠٠٦م

(١٤) الغاية فى شرح الهداية للإمام شمس الدين أبي العباس أحمد بن إبراهيم بن عبد الغنى السروجى الحنفى(ت ٧١٠ھ)، مطبوعة: المكتبة الوحيدية، بشاور

(١٥) الفتاوى الظهيرية للإمام ظهير الدين أبي بكر محمد بن أحمد البخارى المرغينانى الحنفى(ت٦١٩ھ)، مخطوط مصوّر

(١٦) الفتاوى الهندية للعلّامة الهمّام الشيخ نظام الدين الحنفى(ت ١٠٩٢ھ) وجماعة من علماء الهند الأعلام، مطبوعة:دارالمعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ھ.١٩٧٣م

(١٧) الفتاوى الحديثية للعلّامة أحمد بن محمد بن على بن حجر الهيتمى (ت٩٧٤ھ)، الناشر: دار الفكر، بيروت

(١٨) القنية لأبى الرجاء نجم الدين مختار بن محمود الزاهدى الحنفى (ت ٦٥٨ھ) مخطوط مصوّر

(١٩) اللّباب فى شرح الكتاب للإمام عبد الغنى الغنيمى الميدانى (ت١٢٩٨ھ) مطبوعة: دار الكتاب العربى، بيروت، ١٤٢٥ھ، ٢٠٠٤م

(٢٠) المجموع شرح المهذب للإمام يحى بن شرف النووى الدِّمشقى الشّافعى (ت ٦٧٦ھ)، مطبوعة:دار إحياء التّراث العربى، بيروت،الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ، ٢٠٠١م

(٢١) المحيط البرهانى للإمام برهان الدين أبى المعالى محمود بن أحمد بن عبد العزيز بن عمر البخارى الحنفى المعروف بابن مازة(ت٦١٦ھ)، مطبوعة: إدارة القرآن،كراتشى

(٢٢) المحيط السرخسى للإمام العلّامة الفقيه رضى الدّين وبرهان الإسلام محمد بن محمد السرخسى الحنفى(ت٥٧١ھ)، مطبوعة: دار الكتب، بشاور

(٢٣) المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط للإمام العلّامة نور الدين على بن محمد بن سلطان المشهور بالملّا على القارى الهروى الحنفى(ت ١٠١٤ھ)، مطبوعة: المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ.٢٠٠٩م

(٢٤) المصنّف للإمام أبى بكر عبد الله بن محمد بن أبى شيبة العبسى الكوفى (ت ٢٣٥ھ)، مطبوعة: دار قرطبة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٧ھ، ٢٠٠٦م

(٢٥) المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية للإمام الحافظ شهاب الدين أبي الفضل أحمد بن على بن محمد ابن حجر العسقلانى (ت ٨٥٢هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ، ٢٠٠٣م

(٢٦) المنظومة الوهبانية على هامش المنظومة المحبية للعلّامة عبد الوهاب بن أحمد بن وهبان الدمشقى (ت ٧٦٨هـ)

(٢٧) المنهاج شرح صحيح مسلم للإمام يحى بن شرف النووى الدِّمشقى الشّافعى (ت ٦٧٦هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ، ٢٠٠٠م

(٢٨) النّهاية فى شرح الهداية للعلّامة حسام الدين حسين بن على بن حجاج السغناقى الحنفى (ت ٧١٤هـ)، مطبوعة: المكتبة الوحيدية، كراتشى

(٢٩) الهداية للإمام برهان الدين على بن أبى بكر المرغينانى الحنفى (ت٥٩٣هـ)، مطبوعة:دار الأرقم، بيروت

(٣٠) إمداد الفتّاح شرح نور الإيضاح للعلّامة أبى الإخلاص حسن بن عمّار الشّرنبلالى الحنفى (ت١٠٦٩هـ)، مطبوعة: دار إحياء التّراث العربى، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ، ٢٠٠١م

(٣١) بدائع الصّنائع للإمام علاء الدين أبى بكر بن مسعود الكاسانى الحنفى(ت٥٨٧هـ)، مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ.١٩٩٧م

(٣٢) بهارشريعت لصدر الشريعة محمد أمجد على الأعظمى الحنفى (ت١٣٦٧هـ)، مطبوعة:مكتبة المدينة،كراتشى،طبعة:١٤٣٥هـ.٢٠١٤م

(٣٣) تاريخ الثقات للإمام أبى الحسن أحمد بن عبد الله بن صالح العجلى الكوفى (ت ٢٦١هـ)، مطبوعة: دار الباز، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٥هـ، ١٩٨٤م

(٣٤) تبيين الحقائق للإمام فخر الدين أبي محمد عثمان بن على بن محجن بن يونس الزيلعى الحنفى(ت٧٤٣ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية، الطبعة الأولىٰ١٤٢٠ھ.٢٠٠٠م

(٣٥) تقريرات الرافعى على رد المحتار للعلّامة عبد القادر الرافعى الحنفى (ت ١٣٢٣ھ) ، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ، ٢٠٠٠م

(٣٦) تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة للعلّامة نور الدين على بن محمد بن على بن عبد الرحمن ابن عراق الكنانى (ت ٩٦٣ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٣٩٩ھ

(٣٧) جامع الرموز للعلّامة شمس الدين محمد الخراسانى القهستانى (ت٩٦٢ھ أو٩٥٥)، مطبوعة: ايچ ايم سعيد كمپنى،كراتشى

(٣٨) جمع المناسك للعلّامة الفقيه المحدّث الشيخ رحمة الله السندى الحنفى(ت ٩٩٣ھ)، مطبوعة: مدرسه اسلامية نقشبندية، افغانستان

(٣٩) جمع الوسائل فى شرح الشمائل للإمام العلّامة نور الدين على بن محمد بن سلطان المشهور بالملّا على القارى الهروى الحنفى(ت ١٠١٤ھ)، مطبوعة: دار الأقصى، القاهرة

(٤٠) حاشية الطحطاوى على الدر المختار للعلّامة السيد أحمد الطحطاوى الحنفى(ت ١٢٣١ھ)، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، ١٣٩٥ھ.١٩٧٥م

(٤١) حيات القلوب فى زيارة المحبوب لشيخ الإسلام المخدوم محمد هاشم التتوى القادرى الحنفى(ت ١١٧٤ھ)، مطبوعة:إدارة المعارف، كراتشى ١٣٩١ھ

(٤٢) **خزانة الأكمل** للإمام أبي يعقوب يوسف بن على الجرجانى الحنفى (ت بعد سنة ٥٥٢هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٦هـ، ٢٠١٥م

(٤٣) **خلاصة الفتاوى** للشيخ طاهر بن أحمد بن عبد الرشيد بن الحسن الإمام افتخار الدين البخارى الحنفى السّرخسى (ت ٥٤٢هـ) مع مجموعة الفتاوى، مطبوعة: مكتبهٔ رشيديه، كوئٹة

(٤٤) **خلاصة الناسك شرح لباب المناسك** للإمام القاضى عيد بن محمد الأنصارى المكى الحنفى (ت ١١٤٣هـ)، مخطوط مصوّر

(٤٥) **داعى منار البيان لجامع التُّسكين بالقِران المعروف بمناسك ابن أمير حاج** للعلّامة شمس الدين أبي عبد الله محمد بن محمد ابن أمير الحاج الحلبى الحنفى (ت ٨٧٩هـ)، مخطوط مصوّر

(٤٦) **رد المحتار** للإمام الهمام الفقيه العلّامة السيد محمد أمين بن عمر عابدين الشامى الحنفى (ت١٢٥٢هـ)،مطبوعة:دار المعرفة،بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ.٢٠٠٠م

(٤٧) **رسالة أبي داود إلى أهل مكة وغيرهم فى وصف سننه** للإمام أبي داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدى السجستانى (ت ٢٧٥هـ)، مطبوعة: دار العربية، بيروت

(٤٨) **سُنَن أبي داود** للإمام الحافظ المصنّف المتقن أبي داود سليمان بن الأشعث السجستانى الأزدى (ت ٢٧٥هـ)، مطبوعة: دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ. ١٩٩٧م

(٤٩) **سُنَن الترمذى** للإمام أبي عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذى (ت٢٧٩هـ)، مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ.٢٠٠٠م

(٥٠) **شرح المختار** للعلّامة عبد الغنی القاراباغی من علماء القرن التاسع، مطبوعة: مكتبة الإرشاد، إستطنبول، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٨ھ ، ٢٠١٧م

(٥١) **شرح سُنن بن ماجة** القزو ینیّ للإمام أبی الحسن کبیر محمد بن عبد الهادی الحنفی المعروف بالسّندی (ت ١١٣٨ھ)، مطبوعة: دار الجیل، بیروت

(٥٢) **شرح مختصر الطحاوی** للإمام بهاء الدین علی بن محمد بن إسماعیل بن علی الإسبیجابی السمرقندی (ت ٥٣٥ھ)، مطبوعة: مؤسسة الر یان، الطبعة الأولىٰ ١٤٤٣ھ ، ٢٠٢١م

(٥٣) **صحیح مسلم** للإمام مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (ت٢٦١ھ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیة،بیروت

(٥٤) **طبقات الحفّاظ** للإمام الحافظ الشیخ جلال الدین عبد الرحمن بن أبی بکر السیوطی الشافعی (ت ٩١١ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤١٤ھ ، ١٩٩٤م

(٥٥) **طبقات الشافعیة** للعلّامة جمال الدین عبد الرحیم الأسنوی (ت ٧٧٢ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، ١٤٢٢ھ ، ٢٠٠١م

(٥٦) **طوالع الأنوار شرح الدر المختار** للإمام محمد عابد بن أحمد السندی الأنصاری الحنفی (ت١٢٥٧ھ)، مخطوط مصوّر

(٥٧) **علل الترمذی الکبیر** للإمام أبی عیسی محمد بن عیسی بن سورة بن موسی بن الضحاك الترمذی (ت ٢٧٩ھ)، مطبوعة: عالم الکتب، مکتبة النهضة العر بیة، بیروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٩ھ

(٥٨) **عمدة الرعایة** للإمام عبد الحیّ بن عبد الحلیم اللکنوی الحنفی(ت ١٣٠٤ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولىٰ ٢٠٠٩م

(٥٩) **عمدة السالك فى المناسك** للإمام المحدّث الفقيه الأمير أبى الحسن علاء الدين على ابن بلبان الفارسى المصرى الحنفى(ت ٧٣٩ھ)، مطبوعة: دار اللباب، اسطنبول، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٨ھ.٢٠١٧م

(٦٠) **غنية المستملى فى شرح منية المصلى** للعلّامة إبراهيم بن محمد بن إبراهيم الحلبى الحنفى (ت ٩٥٦ھ)، مطبوعة: مكتبةُ نُعمانيّه، كوئٹة

(٦١) **غنية الناسك** للعلّامة محمد حسن شاه المهاجر المكى، مطبوعة: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشى، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٧ھ

(٦٢) **غنية ذوى الأحكام** للعلّامة أبى الإخلاص حسن بن عمّار بن يوسف الشرنبلالى الحنفى (ت ١٠٦٩ھ)، مطبوعة: مير محمد كتب خانه، كراتشى

(٦٣) **فتاوى قاضيخان على هامش الهندية** للإمام فخر الدين حسن بن منصور الأوزجندى الفرغانى الحنفى(ت٥٩٢ھ)، مطبوعة:دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ھ.١٩٧٣م

(٦٤) **فتاویٰ یورپ**، مفتیِ اعظم هالینڈ مفتی عبد الواجد قادری حنفی (ت ١٤٤٠ھ)، مطبوعة: شبير برادرز، اشاعت: ٢٠٠٦ء

(٦٥) **فتح القدير** للعلّامة كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن عبد الحميد بن مسعود السيواسى ثم السكندرى المعروف بابن الهمام (ت٨٦١ھ)، مطبوعة: دار إحياء التراث العربى،بيروت

(٦٦) **فتح الملك الكبير شرح المنسك الصغير** للعلّامة حنيف الدين المرشدى الحنفى(ت ١٠٦٧ھ)، مخطوط مصوّر

(٦٧) **كتاب الأصل** للإمام أبى عبد الله محمد بن الحسن الشيبانى(ت ١٨٩ھ)، مطبوعة: عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٠ھ. ١٩٩٠م

(٦٨) كتاب الثقات للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد أبي حاتم التميمي البستي (ت ٣٥٤هـ)، مطبوعة: مؤسسة الكتب الثقافية

(٦٩) كتاب المبسوط لشمس الأئمة محمد بن أحمد بن أبي سهل السرخسي أبي بكر الفقيه الحنفي(ت٤٨٣هـ)،مطبوعة:دار الفكر، بيروت،الطبعة الأولى ١٤٢١هـ.٢٠٠٠م

(٧٠) كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون للعلّامة مصطفى بن عبد الله القسطنطني الرومي الحنفي الشهير بالملّا كاتب الجلبي والمعروف بحاجي خليفة، دار الفكر، بيروت، ١٤١٩هـ، ١٩٩٩م

(٧١) كمال الدراية وجمع الرواية والدراية من شروح ملتقى الأبحر للعلّامة محمد بن ولي بن رسول الإزميري الحنفي(ت١١٦٥هـ)، مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٣٨هـ، ٢٠١٧م

(٧٢) كنز الدقائق للإمام أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود المعروف بحافظ الدين النسفي الحنفي(ت ٧١٠هـ)، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٣٢هـ.٢٠١١م

(٧٣) كنزالايمان للإمام أحمد رضا خان الحنفي(ت١٣٤٠هـ(

(٧٤) لباب المناسك للعلّامة الفقيه المحدّث الشيخ رحمة الله السندي الحنفي(ت ٩٩٣هـ)، مطبوعة: دار قرطبة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢١هـ

(٧٥) مجمع الأنهر للإمام عبد الرحمن بن محمد بن سليمان الحنفي (ت١٠٧٨هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ، ١٩٩٨م

(٧٦) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للحافظ نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي المصري (ت٨٠٧هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ، ٢٠٠١م

(٧٧) مختصر القدوری للإمام أبی الحسین أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر بن حمدان القدوری البغدادی الحنفی (ت٤٢٨ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ ، ١٩٩٧م

(٧٨) مختلف الروایة للإمام أبی اللیث نصر بن محمد إبراهیم السمرقندی الحنفی (ت ٣٧٥ھ)، مطبوعة: مکتبة الرشد، الریاض، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٦ھ ، ٢٠٠٥م

(٧٩) مُرشِد السالك شرح لُباب المناسك للعلّامة حنیف الدّین بن عبد الرحمن بن عیسی المرشدی الحنفی (ت ١٠٦٧ھ)، مخطوط مصوّر

(٨٠) مقدمة ابن الصلاح للإمام أبی عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن الشهرزوی (ت ٦٤٣ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٤ھ ، ٢٠٠٣م

(٨١) منظومة عقود رسم المفتی مع شرحه للإمام الهمّام الفقیه العلّامة محمد أمین بن عمر عابدین الشامی الحنفی (ت١٢٥٢ھ)، مطبوعة: دار النّور للتحقیق والتّصنیف، الطبعة الأولیٰ١٤٣٦ھ.٢٠١٥م

(٨٢) منهجُ السالك وشرعةُ الناسك للإمام القاضی شمس الدّین أبی عبد الله محمد بن أحمد الطرابلسی الحنفی (ت ٧٩٩ھ)، مخطوط مصوّر

(٨٣) هدایة السالك للعلّامة الإمام عزّ الدین ابن جماعة (ت ٧٦٧ھ)، مطبوعة: دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤١٤ھ ، ١٩٩٤م

طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

موٴلف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مرتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

منظوم نذرانۂ عقیدت برائے اساطین

"جمعیّت اشاعت اہلسنّت"

(۱)واجب الاحترام استاذ الاساتذہ حضرت علّامہ ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی (شیخ الحدیث شعبۂ حدیث ورئیس منصبِ افتاء)

(۲)بخدمتِ اقدّس خوشبوئے ضیاء الدین حضرت علّامہ محمد عرفان ضیائی بانی ادارہ ہذا

(۳)عزّت مآب محترم ومکرم ومحتشم حضرت علّامہ مختار احمد اشرفی مہتمم مدارس جمعیت اشاعت اہلسنّت

"جمعیّت اشاعت" مُجلّہ مُبین است	برائے فروغِ دینِ متین است

"جمعیّت اشاعت" ایک ایسا دیدہ زیب (علمی وفکری) رسالہ ہے جو فروغِ دین اور خدمتِ اسلام کے لئے (وقف) ہے۔

تعالی اللہ ایں کاوشِ عطاء اللہ نعیمی	چقدر جلیل و جمیل حسین است

سبحان اللہ! (ڈاکٹر مفتی) محمد عطاء اللہ نعیمی کی یہ کاوش کس قدر جلیل وجمیل اور حسین ہے۔

یَاأَیُّھَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِعِلْمِہ	کہ آں امانات سلف را امین است

اے ان کے مشتاقانِ علم وکمال سنو! وہ اپنے اسلاف کی امانتوں کے امین ہیں۔

صد مرحبا خلوصِ عرفاں ضیائی	تو خوشبوئے ضیائے دین مردِ حسین است

(علّامہ) محمد عرفان ضیائی کے جذبۂ خلوص کو صد بار شاباش، آپ کا وجود مردِ حسین "ضیاء الدین مدنی" کی سدا بہار خوشبو سے عبارت ہے۔

دریں جا یک مردے خود آگاہے	باصد شان وشوکت عزّ تمکین است

"جامعۃ النّور" میں ایک مردِ خود آگاہ (علّامہ ضیائی) صد عزّت وعظمت اور شان وشوکت کے ساتھ براجمان ہے۔

دراں مرکز فیضِ "اشرفی" آشکارا	ھُوَ المُنتظم لِلْبناتِ وَالْبنِینَ است

اسی فیض بار مرکز میں (علّامہ مختار احمد) اشرفی کا فیض بھی ظاہر باہر ہے آپ مدارسِ جمعیّت کے منتظم ومہتمم ہیں۔

سلام شوق اے مفتیانِ "النّور"	جگر کاوی و عرق ریزی شما صد آفرین است

اے "جامعۃ النّور" کے علماء سلام شوق ومحبت قبول فرمایئے تمہاری (علوم وفنون، تحریر وتدریس اور فتاویٰ نویسی میں) کمالِ محنت اور جاں فشانی قابلِ تحسین ہے۔

اے خوشہ چینان از خرمنِ "احمد رضا"	خامۂ تحقیق شما لائق تحسین است

اے (شہریارِ علم مولانا) احمد رضا (خاں بریلوی) کی بارگاہ سے خیرات پانے والے علمائے ذیشان! تمہارا محققانہ قلم داد وتحسین کا حقدار ہے۔

خوشا بخت اے اراکین "اشاعت"	خدائے دوجہاں مددگار ومعین است

اے جمعیّت اشاعت کے خوش بخت اراکین ومعاونین خدائے دوجہاں تمہارا معین ومددگار ہو۔

خدارا یا اساطینِ "جمعیّت"	طلبگارِ دُعاء فائقؔ حزیں است

اے "جامعۃ النّور" کے اربابِ فکر ونظر علماء اور جمعیّت اشاعت میں کلیدی کردار کے حاملین خُدا کے لئے "فائق" غم زدہ آپ کی پُرخلوص دعاؤں کا طلبگار ہے۔

(ناظم: مترجم غلام جیلانی چاچڑ، فاضل جامعہ انوار العلوم، ملتان)